

# کیا آپ کو معلوم ہے

بے شمار عام ہو جانے والی خطاؤں اور غلطیوں کی نشاندہی کرنی والی ایک

بینظیر تالیف

PDFBOOKSFREE.PK



مفتی محمد اکمل عطاء قادری



﴿1﴾

(کیا آپ کو معلوم ہے؟)

مختلف گناہوں کی معرفت اور غلط فہمیوں کے ازالے میں  
معاون منفرد اندازِ تحریر پر مبنی فقہی مسائل کا اچھوتا مجموعہ

# کیا آپ کو معلوم ہے؟

مؤلف

علامہ مفتی محمد اکمل عطاء

مد ظلہ العالی

ناشر



مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

042-7247301-0300-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور پاکستان

(کیا آپ کو معلوم ہے؟)

﴿2﴾

786

92

الصلوة والسلام علیٰ بارئ رسول اللہ وعلیٰ آلہ وارضعابہن باحبیب اللہ  
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب ..... کیا آپ کو معلوم ہے؟

مؤلف ..... مفتی محمد اکمل قادری عطاری مدظلہ العالی

صفحات ..... 224

قیمت .....

رابطے کے لئے



مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

042-7247301-0300-8842540

۷۸۶

۹۲

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

## مجلس برائے تفتیش کتب

۰۵۱

۳ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ

۴۸

### تصدیق نامہ

الحمد للہ ﷺ تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

”کیا آپ کو معلوم ہے؟“

پہلے المدینۃ العلمیۃ کے ماتحت، مجلس تفتیش کتب و رسائل کی جانب سے حتی الامکان احتیاط و توجہ کے ساتھ نظر ثانی کی گئی ہے۔ مجلس نے اس کتاب کو عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے۔



( کیا آپ کو معلوم ہے ؟ )

(4)

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
14	انتساب.....	☆☆
15	پیش لفظ.....	☆☆
17	دستِ غیب اور محبت بڑھانے کا طریقہ.....	1
19	جابل شخص.....	2
20	کلمہ اور مغفرت.....	3
21	خود اپنی ہی چیز خریدنے کا حکم.....	4
22	بوقت موت دو شیطانوں کی آمد.....	5
23	میت والے گھر میں روٹی پکانے کا حکم.....	6
24	میت کے بدن سے بال و ناخن کاٹنے کا حکم.....	7
24	شوہر کے مرحومہ بیوی کو دیکھنے کا حکم.....	8
25	دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم.....	9
25	انبیاء علیہم السلام کے فضلات بدن کا حکم.....	10
25	مہابلہ کی حقیقت.....	11
26	دنیا کی عمر اور مسلمان کی مدتِ رہائش جہنم.....	12
27	سید الانبیاء کی اذان.....	13
27	فاسق کی اذان کا حکم.....	14

29	..... مسجد میں اذان کا حکم	15
32	..... کھانے سے پہلے تربوز کھانا	16
33	..... وکالت کے رائج شدہ پیشے کا حکم	17
33	..... ہمزاد کو قابو کرنے کی حقیقت	18
36	..... آسیب، بھوت، چڑیل کا وجود اور شہید کی سواری آنے کا حکم	19
37	..... سب سے پہلی نماز جنازہ	20
39	..... حوض کوثر افضل یا زم زم؟	21
43	..... شیطان کا خواب میں نبی پاک (ﷺ) کی صورت اختیار کرنا	22
44	..... نبی کریم (ﷺ) کا خواب میں خلاف شرع کام کا حکم دینا	23
45	..... نامہ اعمال کی باعتبار گناہ تین اقسام	24
46	..... خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم	25
47	..... پاسپورٹ کے لئے تصویر بنوانے کے احکام	26
52	..... مالی جرمانے کا حکم	27
53	..... تنبیہ کی غرض سے نافذ کئے جانے والے مالی جرمانے کا حکم	28
54	..... مالی جرمانے کی جوازی صورتیں	29
55	..... خفیہ و اعلانیہ گناہ کی توبہ کا شرعی طریقہ اور اس میں پوشیدہ حکمتیں	30
61	..... اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "میاں" کے استعمال کا حکم	31

32	جزیرہ عرب میں کافروں کی رہائش کا حکم.....	61
33	مدینہ منورہ کو ”یثرب“ کہنے کی شرعی حیثیت.....	63
34	مسلمانوں کا کفار کی محافل اور میلوں میں شرکت کرنے کا حکم.....	65
35	نومسلم کے اقرارِ اسلام کا اعتبار کرنے کا حکم.....	66
36	عمل کے مقبول و مردود ہونے کا مطلب.....	66
37	گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر حکم کفر؟.....	68
38	دینی کام میں کافروں سے طلبِ امداد کی شرعی حکم.....	68
39	عقائدِ اسلام کو فاسد کر دینے والے دنیاوی علوم سیکھنا کیسا؟..	68
40	اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا؟.....	69
41	یزید کے کفر کے بارے میں علماء اسلام کا نظریہ.....	69
42	حیاتُ الانبیاء علیہم السلام کا شرعی تصور.....	70
43	انبیاء علیہم السلام کے لئے احلام کا حکم.....	71
44	بالغ اولاد کی شادی میں بلا عذر شرعی تاخیر کرنے کا انجام.....	71
45	گناہ مٹانے کا شرعی نسخہ.....	72
46	حضرت مجنون رحمہ اللہ اور ولایت.....	73
47	عقائد میں تقلید کا حکم.....	73
48	آیت قرآنی وغیرہا استنباء خانے میں لے جانے کا حکم.....	75



77	جنوں کی خوراک.....	49
78	عبادت کی اقسام.....	50
80	تبلیغ دین کے لئے سفر کا خرچ طلب کرنے کا حکم.....	51
81	انسان اور فرشتوں میں سے افضل کون؟.....	52
81	محشر اور دنیا کے ترازو میں فرق.....	53
82	ذکر سرکار (ﷺ) پر انگوٹھے چومنے کا حکم.....	54
82	پیر کے قابل بیعت ہونے کی شرائط.....	55
84	بیعت کے لئے اجازت لینے کا حکم.....	56
84	استنجاء کے لئے نشو پیر کے استعمال کا حکم.....	57
85	فجر کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں غسل کے احکام.....	58
87	نبوی کو ہاتھ دکھانے کی شرعی حیثیت.....	59
88	زوال کا وقت جاننے کا طریقہ.....	60
88	آل رسول (ﷺ) سے بروز قیامت مواخذے کا حکم.....	61
89	ہجرت کے وجوب کی صورتیں.....	62
91	خلیفہ و سلطان کسے کہتے ہیں؟.....	63
95	موزوں پر مسح کے احکام.....	64
96	اونی یا سوتی موزوں پر مسح کا حکم.....	65
98	زپ گے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم.....	66



98	مؤذن کی موجودگی میں دوسرے کے تکبیر کہنے کا حکم.....	67
99	اہل کتاب سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کی شرعی حیثیت.....	68
106	مقتدیوں کے لئے جمعہ کی اذان ثانی کے جواب کا شرعی حکم..	69
107	خلیفہ افضل ہے یا سلطان؟.....	70
111	حقیرانہ الفاظ کے ساتھ سرکار (ﷺ) کے ذکر کا حکم شرعی...	71
113	حرام فعل کے تماشائی بننے کا حکم.....	72
114	حرام کام میں چندہ دینے کا حکم.....	73
114	مہاتما کا مطلب اور کسی کافر و مشرک کو مہاتما کہنے کا حکم.....	74
115	جمعہ کی اذان ثانی کی ابتداء.....	75
119	ماں باپ کی اطاعت کن کاموں میں واجب ہے؟.....	76
120	ماں باپ کو گناہ سے روکنے کے لئے سختی کرنے کا حکم.....	77
120	اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا شرعی حکم.....	78
121	خواب کی اقسام.....	79
122	اذان دینے کے دوران، اذان پہلے ہو چکنے کی اطلاع ملنا.....	80
123	کفار کے میہوں میں شرکت کا حکم.....	81
126	حالت حیض میں عورت سے نفع اٹھانے کا حکم.....	82
127	حائضہ کے ہاتھ کی پکی روٹی کھانے کا حکم.....	83
128	کسی کو منہوں سمیت کسی شرابی سے.....	84

129	قرآن پاک کے تمیں پاروں کا مرتب کون؟.....	85
130	نامحرم عورت کے لئے اپنے پیر کا تبرک پینے کا شرعی حکم.....	86
130	دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو کا حکم.....	87
131	دلہن کے پاؤں کے دھوون کی برکت.....	88
132	اڑ کر بیماری لگنے کی شرعی حیثیت.....	89
135	خدا کے واسطے کی پروا نہ کرنے کا حکم.....	90
135	مال حرام سے صدقے کا حکم.....	91
137	اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عاشق" کے استعمال کی شرعی حیثیت.....	92
138	نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت.....	93
139	منافق و بد مذہب کو "مولانا" کہنے کا حکم.....	94
140	وسوسوں کی اقسام.....	95
141	کفار کی اقسام.....	96
143	غیر ملکی صابن کے استعمال کا حکم.....	97
144	منافق و بد مذہب سے میل جول کا حکم.....	98
146	موت سے کچھ دیر قبل مسلمان ہونے کی شرعی حیثیت.....	99
146	مخصوص القابات نبی (ﷺ) کو کسی امتی کیلئے استعمال کا حکم.....	100
146	حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کا اخروی مرتبہ.....	101

147	شوہر کی وفات یا طلاق کے بعد عورت کی دوسری شادی کو معیوب سمجھنے کا حکم.....	102
147	دوران نفاس، نماز و روزہ کا مسئلہ.....	103
148	باتھی دانت کے استعمال کی شرعی حیثیت.....	104
149	جنبی کے پسینے کا حکم.....	105
149	پانی میں چھپکلی گر جانے کا حکم.....	106
150	گوبر سے لپی ہوئی چھت سے ٹپکتے پانی کا حکم.....	107
151	عیسائیوں کی کھانے پینے کی اشیاء کے استعمال کا حکم.....	108
154	نفس قطعی موجود نہ ہونے کی صورت میں ضروریات دین کے انکار کی شرعی حیثیت.....	109
155	کلمہ کفر کہنے والا مرتد ہو گا یا نہیں؟.....	110
157	ضروریات دین کے انکار کا حکم.....	111
158	اظہار کفر کی صورت میں شوہر و زوجہ کے تعلق کا حکم.....	112
159	بچے کے اسلام و کفر کے اعتبار کا شرعی حکم.....	113
160	فوت ہونے والے بچے کا کفر و اسلام کی شرعی حیثیت.....	114
161	مجبوراً کلمہ کفر کہنے کی شرعی حیثیت.....	115
163	اپنی ذات کے لئے ثبوت کفر پر راضی ہونے کا حکم.....	116
164	کلمات کفر کے سلسلے میں زبان بہکنے کی شرعی حیثیت.....	117



165	کلمہ کفر سن کر ہنس دینے کا شرعی حکم.....	118
166	اپنے مسلمان ہونے کا انکار کرنے یا خود کو کافر کہنے کا حکم.....	119
167	ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنے کا حکم.....	120
168	کلمہ کفر صادر ہونے پر نکاح کا حکم.....	121
169	اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ و مکان اور جہت ثابت کرنے کا حکم...	122
171	اللہ تعالیٰ کی جانب کسی برے وصف کی نسبت کرنا کیسا؟.....	123
171	صفات الہیہ، مخلوق کے لئے استعمال کرنے کا حکم.....	124
172	اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبی کے الفاظ کہنے کا حکم.....	125
172	گستاخی رسول (ﷺ) پر مبنی وعظ و تقریر سننے کا حکم.....	126
174	من جانب سرکار (ﷺ) حاصل شدہ نعمتوں کا انکار کا حکم..	127
174	سیدتنا عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگانے کا شرعی حکم.....	128
174	سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صحابیت کے انکار کی شرعی حیثیت	129
175	گستاخی رسول (ﷺ) پر مبنی تحریر کا ترجمہ کرنے کا حکم.....	130
181	انبیاء علیہم السلام کے پیشواں کا توہین کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم	131
182	غیر نبی کو انبیاء علیہم السلام سے افضل ماننے کا حکم.....	132
183	نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ کا حکم	133
184	قرآن کریم میں غیر اللہ کا تصرف ماننے کی شرعی حیثیت.....	134
186	قرآن کریم کی بے ادبی کا حکم.....	135

186	تفضیلی اور رافضی کا فرق.....	136
187	حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکنے والے کا حکم.....	137
188	سادات کرام یا علمائے کرام کی توہین کا حکم.....	138
190	فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت کرنے کا حکم.....	139
191	شریعت کے لئے توہین آمیز الفاظ کہنے کا حکم.....	140
192	نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الہی کو بلکا جانے کا حکم.....	141
193	اذان کا مذاق اڑانے کا حکم.....	142
193	دازتھی شریف کا مذاق اڑانے کا شرعی حکم.....	143
194	خلاف شرع فیصلے کئے جانے کے مقام کو عدالت کہنا کیسا؟..	144
195	گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر علم کفر.....	145
196	حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا حکم.....	146
199	حرام کی گئی چیزوں کو حلال جاننے کا حکم.....	147
199	حدیث متواتر کے انکار اور مطلقاً حدیث کی تحقیر کرنے کا حکم..	148
201	کتب فتنہ کی توہین کا حکم.....	149
201	ایمان کے انکار کا شرعی حکم.....	150
204	انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے انکار کی شرعی حیثیت.....	151
205	حصولِ شفاء کی غرض سے غیر خدا کو سجدہ کرنے کا حکم.....	152
205	سجدہ تطہیری اور سجدہ عبادت کا حکم.....	153

208	کل امت محمدیہ (ﷺ) کو گمراہ کہنا کیسا؟	154
208	کافر کے کفر میں شک کرنے کا حکم	155
209	کافر کی تعظیم کرنے کا حکم	156
210	کفر کسے کہتے ہیں اور اس کی علامات	157
211	ہندوؤں کی بولی اور دیوالی میں شرکت کی شرعی حیثیت	158
212	کفار کا دینی شعرا اختیار کرنا کیسا؟	159
214	گھر، گھوڑے اور عورت کو منحوس جاننے کا حکم	160
215	بدعت عقیدہ کا حکم	161
215	تعزیه نکالنے کا حکم	162
218	آسمانی ستاروں کے اثرات کا شرعی تصور	163
220	حرام کام پر خوش ہونے کا حکم	164
220	محرم میں سبیل، گھوڑا نکالنے، بزرگوں کی نقل بنانے کا حکم	165
221	گورنمنٹ کی طرف سے دینی مدارس کی امداد کا حکم	166
222	نسبت سرکار (ﷺ) کی حامل شے کی تعظیم کا حکم	167
224	شریعت، طریقت اور معرفت میں فرق؟	168

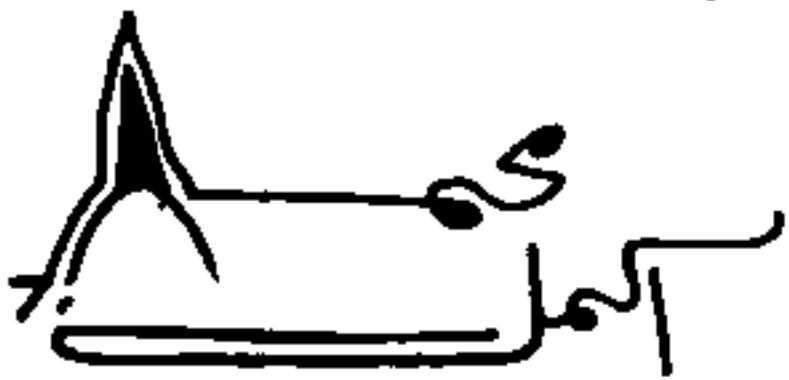


## انتساب

راقم، کتابِ ہذا کو اپنے مشفق و مربی استاذِ محترم،  
مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ الاساتذہ  
، جامع المعقول والمنقول، جناب حضرت علامہ مولانا،  
”محمد عبدالقیوم ہزاروی (رحمہ اللہ تعالیٰ)“

کی بارگاہ میں پیش کرنے میں قلبی سکون محسوس کر رہا ہے۔  
اللہ تعالیٰ ان کی تربتِ اطہر پر اپنی رحمت و کرم کی  
لگاتار موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔ نیز اس نذرانے کو  
اپنی بارگاہ میں قبول و منظور اور آپ کے فیوض و برکات سے  
جمع عالم کو تاقیامت مستفیض فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



ذیقعد ۱۴۲۴ھ

## پیش لفظ

اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں دیگر بہت سی کتب، منظر عام پر لانے کے بعد ایک بہت بڑی کوشش آپ کے سامنے ہے۔ اس منفرد کتاب میں معاشرے میں ہونے والے بے شمار ایسے گناہوں اور عام ہو جانے والی غلط فہمیوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جن کے بارے میں مکمل معرفت نہ ہونے کی بناء پر عوام و خواص کی اکثریت گناہوں کے ارتکاب، جھوٹ روایت کرنے، بتائے بے ادبی اور راہ گمراہی کی جانب مائل ہوتی یا کرتی نظر آتی ہے۔

ان شاء اللہ عزوجل اس کتاب کا مطالعہ قارئین کرام کو قدم قدم پر حیرت میں مبتلا کر دے گا اور دوران مطالعہ دلچسپی کم نہیں، بلکہ بڑھتی ہوئی محسوس ہوگی۔ نیز بعد مطالعہ اپنی معلومات میں بے پناہ اضافہ محسوس کیا جائے گا۔

حصول معلومات کثیرہ کے ساتھ ساتھ امید ہے کہ بے شمار گناہوں کے ارتکاب سے حفاظت میں آسانی بھی میسر آئے گی۔

اس کتاب میں علامہ اکمل قادری عطاری مدظلہ العالی کی فتاویٰ رضویہ کو عام فہم شکل میں پیش کرنے کی خواہش کی تکمیل کا رنگ، کم و بیش ہر مقام پر نظر آئے گا۔ یوں فیض اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے فیضیاب ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہے گی۔

اگر آپ اس کتاب کو واقعی نافع مسلمین پائیں، تو کم از کم ایک مسلمان بھائی یا بہن کی خدمت میں اس کے مطالعے کے لئے ضرور ضرور درخواست پیش کریں۔ آپ کی درخواست کی مقبولیت ان شاء اللہ عزوجل آپ کے لئے ثواب جاریہ کا دروازہ کھول دے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام و خواص دونوں کے لئے نافع بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل قادری عطاری

25/2/2003

25 دسمبر 2003 بمطابق ۲ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم، اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس کی اہمیت و عظمت کا اندازہ فقط اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسے انبیاء (علیہم السلام) کی وراثت قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھی اور بری بات کی معرفت، حق و ناحق کی شناخت، دوست و دشمن کی تمیز، گناہ و ثواب کی پہچان، دنیوی و اخروی لحاظ سے فوائد کا حصول، خود کو خطرات و آفات سے محفوظ رکھنے کے طریقے اور بے شمار دیگر امور میں تعاون، اسی کامرہون منت نظر آتا ہے۔

لیکن ان امور کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ یہ معلومات کسی مستند و معتمد ذریعے سے حاصل کی جائیں، ورنہ معاملہ برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر مستند ذرائع سے حاصل شدہ علم، اپنے نقص کی بناء پر ہلاکت و گمراہی کے ایسے گہرے سمندر میں دھکیل دیتا ہے کہ جس سے باہر آنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہوتا اور ایمان انسانی، مسلسل غوطے کھاتے کھاتے آخر کار ہمیشہ کے لئے تحت آبِ عذاب ہو جاتا ہے۔

کسی بھی علم سے مکمل طور پر فیضیاب ہونے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ انسان، عاجزی و انکساری کا دامن تھامے رہے کہ تکبر عموماً مثل شیطان، محرومی میں ابتلاء کا سبب بن جاتا ہے۔

آئیے معتمد ذرائع سے حاصل شدہ علم کی برکت سے، اپنے قلوب کو وصفِ عاجزی سے مزین کرتے ہوئے، گناہوں، غلط فہمیوں، جہالت، ابتلائے کفر اور بے



شمار دنیاوی و دینی نقائصات سے دور رہنے کی سعی احسن کریں۔ چنانچہ

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دستِ غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا درست

و حقیقت پر مبنی ہے۔ نیز حصول دستِ غیب اور محبت بڑھانے کا آسان و

واضح طریقہ خود قرآن نے بیان فرمایا ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا کہ

”دستِ غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟...

آپ نے جواباً فرمایا،

”ہاں صحیح ہے، مگر اس دورِ حاضر میں کیا ب، بلکہ نایاب ہے۔ دستِ غیب

کے اعلیٰ درجے کے حصول کا نتیجہ بھی اب فقط ظاہرِ اُمت کی آمدنی اور وسعتِ رزق کی

شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

پھر اگر دستِ غیب اس طرح ہو کہ ”جن“ کو تابع کر کے اس کے ذریعے

سے لوگوں کے مال معصوم منگوائے جائیں، تو سخت اشد حرام گناہ کبیرہ ہے۔ اور۔ اگر

خبیث ارواح سے مدد لیتے ہوئے کسی منتر یا عمل کے ذریعے ہو، تو کفر کے قریب

قریب ہے۔ اور۔ اگر فرشتوں اور روحانی عملیات کے ذریعے ہو، تو خود یہ شخص مارا

جائے گا، یا، کم از کم پاگل ہو جائے گا، یا، سخت ترین امراض و بلا یا میں گرفتار ہوگا۔

روحانی عملیات کو حرام کا ذریعہ بنانا، ہمیشہ ایسے ہی نتیجے لاتا ہے، نیز اس کے

حرام قطعی ہونے میں کیا شبہ ہے؟... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ - اور آپس میں ایک

دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔“ (پ ۲۔ البقرہ۔ ۱۸۸)

اور اگر کسی دوسرے مسلمان کا مال معصوم نہ منگوا یا جاتا ہو، بلکہ اسے خزانہ غیب سے کچھ پہنچایا جائے.. یا.. مال مباح غیر معصوم مثلاً کسی حربی کافر کا مال منگوا یا جائے اور جس ”جن“ کو مسخر کیا مسلمان ہو، شیطان نہ ہو اور روحانی عملیات کے ذریعے ہو، نہ کہ سفلیہ سے اور اس مال کو منگوا کر نیک و محمود یا مباح کاموں میں صرف کیا جائے، نہ کہ معاذ اللہ حرام و اسراف میں اڑایا جائے، تو اب ان مذکورہ شرائط کے ساتھ یہ عمل جائز ہے اور جو اس طریقے سے ملے، اس کا استعمال کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طریقے ہیں، اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

دستِ غیب کا سب سے اعلیٰ، قطعی اور یقینی عمل جس میں ناکامی ممکن نہیں اور سب اعمال سے آسان ترین، خود قرآن عظیم میں موجود ہے۔ لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنات، بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس سہل و آسان قطعی و یقینی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

”وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ☆ وَيَرْزُقْهُ مِنْ

حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ - یعنی جو اللہ سے ڈرے، تقویٰ و پرہیزگاری کرے، اللہ عز و جل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔“ (پ ۲۸۔ الطلاق۔ ۲)

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں؟.....

اسی طرح لوگ، محبت بڑھانے والے اعمال کے پیچھے خستہ خوار پھرتے ہیں، لیکن انہیں حاصل نہیں ہوتا، حالانکہ محبت کا سہل و یقینی و قطعی عمل، قرآن عظیم میں مذکور ہے، اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

الرَّحْمَنُ وُدًّا۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان

ان کے لئے محبت کر دے گا (یعنی انہیں اپنا محبوب بنائے گا اور لوگوں کے قلوب میں ان کی محبت

ڈال دے گا)۔“ (پ ۱۶۔ طہ۔ ۹۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو اپنے بیٹوں میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے، وہ جاہل ہے۔“

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ

(ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”مَنْ وَلَدَ لَهُ ثَلَاثَةٌ أَوْ لَا دِفْلَمَ يُسَمِّ أَحَدَهُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ

جَهِلَ۔ یعنی جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے، تو وہ ضرور

جاہل ہے۔“ (کتاب الموضوعات۔ باب التسمیۃ بحمد)

یہ حدیث پاک گو کہ موضوعات پر مشتمل کتب میں درج کی گئی ہے، لیکن

موضوع نہیں۔ چنانچہ علامہ مناوی ارشاد فرماتے ہیں،

”فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصار حسنا۔ اس کی اسناد میں



جہالت ہے، لیکن یہ (حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی حدیث سے) تائید پا کر حسن ہو گئی ہے۔“  
(فتاویٰ رضویہ بحوالہ تیسیر جامع صغیر۔ جلد ۵۔ ۴۷۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو ستر ہزار (70000) بار کلمہ طیبہ پڑھ لے، اس کی اور جس کے لئے پڑھے، اس کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے۔“

حضرت محی الدین ابن عربی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتے ہیں کہ

”انہ بلغنی عن النبی ﷺ انہ من قال لا الہ الا اللہ

سبعین الفا غفر اللہ تعالیٰ له ومن قبل له غفر له ایضا۔ یعنی رسول اللہ (ﷺ) سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ پڑھے، اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لئے پڑھا جائے، اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔“

میں نے اتنی مقدار میں یہ کلمہ مبارکہ پڑھا ہوا تھا، لیکن اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔ ایک مرتبہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا۔ اس دعوت کے شرکاء میں سے ایک نوجوان کے کشف کا بڑا شہرہ تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے وہ نوجوان رونے لگا۔ میں نے سب پوچھا۔ اس نے کہا، ”میں اپنی والدہ کو عذاب میں مبتلا دیکھتا ہوں۔“ میں نے دل ہی دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ وہ نوجوان فوراً ہی مسکرا نے لگا اور کہا، ”اب میں اپنی ماں کو بہترین جگہ دیکھتا ہوں۔“  
آپ فرمایا کرتے تھے کہ

”فَعَرَفْتُ صَحَّةَ الْحَدِيثِ بِصَحَّةِ كَشْفِهِ وَصَحَّةِ كَشْفِهِ بِصَحَّةِ

الْحَدِيثِ۔ یعنی پس میں نے حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف کے ذریعے

اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو حدیث کے ذریعے پہچانا۔“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ لفصل الثانی۔ باب ما علی العموم من المتابعة)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کسی نے دوسرے کو کچھ پیسے دیئے کہ کتابیں خرید کر طلباء میں تقسیم

کر دے، تو وکیل (یعنی اس دوسرے شخص) کے لئے جائز نہیں کہ اپنے پاس

موجود کتابیں بچوں میں تقسیم کر کے، وہ پیسے خود رکھ لے۔“

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے سوال ہوا کہ

بعض شخصوں نے کچھ روپے زید کو دئے کہ ان کی کتابیں دینیہ لے کر طالب

علموں کو دے دو۔ زید کے پاس خود وہ کتابیں دینیہ موجود تھیں۔ اس نے اپنے پاس

سے حسبِ نرخ بازار کتابیں لے کر طالب علموں کو تقسیم کر دیں اور وہ روپے اپنی کتابوں

کی قیمت میں آپ رکھ لئے اور یہ سمجھا کہ میں نے یہ بیچنا اصل ہونے کے طور پر اور

خریدنا وکیل کے لحاظ سے کیا ہے۔ اور بظاہر قطعاً یہی معلوم ہوتا ہے کہ مالکوں کو اس

سے کچھ غرض نہ تھی کہ کتابیں بازار ہی سے خریدی جائیں، اسی وجہ سے انہوں نے اس

معاملہ میں اس کا بات کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا اصل مقصد تقسیم کتب تھا، وہ زید نے بخوبی

کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تقسیم مالکوں کی جانب سے ہوئی یا نہیں؟... اگر نہیں ہوئی

، تو اب کیا کیا جائے؟... کتابیں واپس نہیں ہو سکتیں۔ بالکل یاد نہ رہا کہ وہ طالب علم

کون کون سے تھے۔ کافی زمانہ گزر چکا ہے، اب مسئلے میں شبہ پڑا، روپے بھی باقی نہیں رہے۔“

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

”صورتِ مستفسرہ میں زید کو اصلاً یہ اختیار نہ تھا، نہ وہ خرید و فروخت ان پیسہ دینے والوں کی جانب سے ہوئی، کیونکہ خرید و فروخت جیسے عوض والے معاملات (مثلاً اجارہ وغیرہ) میں ایک ہی شخص دونوں جانب سے ولی نہیں ہو سکتا، بخلاف نکاح کے کہ اس میں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ کتابیں خود اس کی جانب سے گئیں، مالکوں کو ان کا پیسہ واپس کرے گا۔“

ردالمحتار (کتاب الوکالۃ - باب الوکالۃ بالبیع والشراء) میں ہے،

”الا ان یبعہ من نفسہ فلا یجوز قطعاً وان صرح بہ المؤکل۔ یعنی مگر اس (دکیل) کا خود اپنے لئے خرید و فروخت کرنا، تو یہ قطعاً جائز نہیں، اگرچہ مؤکل (یعنی دکیل بنانے والے) نے اس کو واضح طور پر اجازت بھی دے دی ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۹۔ صفحہ ۹۳)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”بوقتِ موت‘ دو شیطان انسان کا ایمان برباد کرنے کی بھرپور کوشش

کرتے ہیں۔“

امام ابن الحاج (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتے ہیں کہ

”جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے، تو دو شیطان اس کے دائیں بائیں



آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کے باپ، جب کہ دوسرا ماں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ ”فلاں شخص یہودی ہو کر مرا ہے، تو بھی یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔“ دوسرا کہتا ہے کہ ”فلاں شخص نصرانی ہو کر مرا ہے، تو بھی نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔“

(المدخل۔ باب فتنۃ الخضر)

یہی وجہ ہے کہ بوقت موت مردے کو تلقین کا حکم دیا گیا ہے۔ فتح القدر

میں ہے،

”المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان۔ یعنی تلقین

سے مقصود مداخلتِ شیطان کے وقت ایمان یاد دلانا ہے۔“ (باب الجنائز)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”میت والے گھر میں روٹی پکانے کو ممنوع سمجھنا جہالت ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے پوچھا گیا،

”میت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے؟“... آپ نے فرمایا، ”میت

کی پریشانی کی وجہ سے وہ لوگ نہیں پکاتے، لیکن پکانا شرعاً منع بھی نہیں۔ یہ سنت ہے

کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور انہیں باصرار کھلایا

جائے۔ دوسرے دن نہ بھیجا جائے اور نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۹۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”میت کے بدن کے بال یا ناخن کا ثنا مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب قریب ہے، کنگھا کرنا بھی ممنوع ہے۔“  
درمختار میں ہے،

”لایسرح شعرہ ای بکرہ تحریمہ لایقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن۔ یعنی میت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہ تحریمی ہے اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں، مگر وہ جو ٹوٹا ہوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں، نہ ختنہ کیا جائے۔“ (باب صلوۃ الجنائز)  
ردالمحتار میں ہے،

”التزین بعد موتہا والامتشاط وقطع الشعر لایجوز۔ یعنی میت کے مرنے کے بعد اس کی زینت کا سامان کرنا، کنگھا کرنا اور بال کا ثنا، جائز نہیں۔“ (باب صلوۃ الجنائز)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”شوہر اپنی مرحومہ زوجہ کو دیکھ سکتا ہے، صرف (بلا حائل) چھونے اور غسل دینے کی ممانعت ہے۔“  
درمختار میں ہے،

”یمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لامن النظر الیہا علی الاصح۔ یعنی شوہر کو اس کی زوجہ کے غسل دینے اور چھونے سے منع کیا جائے گا، نہ کہ اس کی طرف نظر کرنے سے۔“ (باب صلوۃ الجنائز)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دودھ پیتے بچے کا پیشاب ناپاک ہے، چاہے وہ ایک دن کا ہی کیوں نہ ہو۔“

بہار شریعت میں ہے، ”یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ شیر خوار بچے کا پیشاب پاک ہے، محض غلط ہے۔“ (جلد ۱۔ حصہ دوم۔ نجاستوں کے متعلق احکام)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”انبیاء (علیہم السلام) کی تخلیق پاک نطفوں سے ہوئی، نیز خود ان کے نطفے اور فضلات بدن، امت کے حق میں پاک ہیں۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) مادہ منویہ کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں دریافت شدہ مسئلے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں،

”منی مطلق ناپاک ہی ہے۔ سوائے ان نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات

انبیاء (علیہم السلام) ہوئی اور خود انبیاء (علیہم السلام) کے نطفے کہ ان کا پیشاب بھی پاک

ہے، یونہی تمام فضلات۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۵۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مُبَاہَلَه، بمقابل کے سامنے اپنا دعویٰ بیان کرنے اور جھوٹے، کئے

لعنت کی دعا کرنے کا نام ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس کی تعریف اور درست وجہ بیان کرتے



ہوئے لکھتے ہیں،

”مباہلہ یہ ہے کہ دو فریق جمع ہو کر اپنا اپنا دعویٰ بیان کریں اور ہر فریق دعا کرے کہ ان دونوں میں جو جھوٹا ہو، اس پر لعنت الہی ہو، یہ جائز ہے اور اب تک مشروع ہے۔

مباہلہ ہر اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اپنے قول کی حقانیت پر یقین قطعی ہو۔ مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت ہے، مثلاً ہم کسی شافعی المذہب سے اس مسئلے پر مباہلہ نہیں کر سکتے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا ناجائز ہے، نہ شافعی ہم سے اس کے واجب ہونے پر مباہلہ کر سکتا ہے۔ ہاں ہم اور وہ، دونوں غیر مقلدوں سے اس مسئلے پر مباہلہ کر سکتے ہیں۔ (پہلی صورت میں مباہلہ کرنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے) کہ امام اعظم اور امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) ائمہ دین ہیں اور ان کی تقلید جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۸۹)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور جہنم میں جانے والا کوئی بھی مسلمان، اس مدت سے زیادہ دوزخ میں نہ رہے گا۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں،

”عذر شرعی کے بغیر نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی

پڑے، بے شک حرام، فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس کو عذاب دینا.. یا.. بخش دینا، اللہ

عز وجل کی مشیت کے سپرد ہے۔ اور کوئی مسلمان، دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات

ہزار سال سے زیادہ نہ رہے گا۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۱۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”سید الانبیاء (ﷺ) نے دوران سفر بذاتِ خود ایک بار اذان دی

ہے۔“

درمختار میں ہے،

”انه عليه الصلوة والسلام اذن في سفر بنفسه واقام وصلى

الظهر۔ یعنی رسول اللہ (ﷺ) نے سفر میں بذاتِ خود اذان دی، اقامت کہی اور

ظہر کی نماز پڑھائی۔“ (باب الحجۃ)

یاد رہے کہ اس اذان میں رحمتِ عالم (ﷺ) نے کلماتِ شہادت یوں ادا

فرمائے تھے، ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول

ہوں۔“

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”فاسق کی اذان درست ہے، لیکن اس کی اذان پر نماز و روزہ وغیرہ کے

سلسلے میں اعتماد جائز نہیں، لہذا اگر دے، تو کسی متقی عادل مسلمان کا دوبارہ

دینا مستحب ہے۔“

درمختار میں ہے،

”جزم المصنف بعدم الصحة اذان مجنون ومعتوه وصبي

لا یعقل قلت وکافرو فاسق لعدم قبول قوله فی الدیانات۔ یعنی مصنف (یعنی صاحب تنویر الابصار) نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچے کی اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کافر و فاسق کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ امور دینیہ میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔“ (باب الاذان)

ردالمحتار میں ہے،

”المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلوة ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدة او ناحية من البلاد الواسعة فمن حيث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة فاذا اتصف المؤذن بهذه الصفات یصح اذانه والافلا یصح من حيث الاعتماد علیه وامان حيث اقامة الشعار النافیة للائم عن اهل البلدة فیصح اذان الكل سوى الصبی الذی لا یعقل فیعاد اذان الكل ندبا علی الاصح کما قدمناه۔ یعنی شرع میں اذان سے مقصود اصلی اوقات نماز کے دخول کی اطلاع دینا ہے۔ پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعار اسلام کا درجہ پا چکی ہے، تو دخول وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو۔ اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہوا، تو اس کی اذان درست ہے اور اگر ان صفات سے متصف نہ ہو، تو (نماز و روزہ وغیرہ کے سلسلے میں) اعتماد کرنے کے اعتبار سے یہ اذان درست نہیں۔ البتہ اس لحاظ سے کہ یہ ان شعار میں سے ہے، جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے، ناسمجھ بچے کے علاوہ ہر کسی



کی صحیح ہوگی۔ لہذا اصح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کا لوٹنا مستحب ہے، جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا۔“ (باب الاذان)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مسجد میں اذان دینا ناجائز و بے ادبی ہے۔“

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مسجد میں اذان کے عدم جواز کے دلائل ارشاد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

”(i) مسجد میں اذان دینے کو ”بدعتِ حسنہ“ قرار دینا، محض باطل و بے اصل ہے۔ کیونکہ بدعتِ حسنہ، سنت کو نہیں بدلا کرتی، جب کہ اس نے سنت کو بدل دیا۔

(ii) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ادب کے معاملے میں اس طریقے کا اعتبار ہوتا ہے، جو مشاہدہ کرنے والوں میں معروف ہو۔ فتح القدیر میں ہے،

”یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرة۔ یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے، اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیناف باندھیں گے۔“

اب دیکھ لیجئے کہ درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہو کر چوہدار چلاتا ہے کہ ”درباریو! چلو۔“... ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر ایسا کرے، تو بے ادب و گستاخ ہے۔ جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں، وہ یہی

کچھریاں (یعنی عدالتیں) دیکھ لے، مُدْعٰی، مُدْعٰی عَلَیْہِ گواہوں کو حاضر کرنے کے لئے کمرہ عدالت کے اندر سے ہی پکارا جاتا ہے۔ یا۔۔ باہر سے؟... اگر چوکیدار کمرے میں ہی کھڑا ہو کر حاضری کے لئے پکارے، چلائے، تو بے ادب و گستاخ قرار دے کر نہ نکالا جائے گا؟... افسوس! جو بات ایک منصف یا جج کی عدالت میں نہیں کر سکتے، احکم الحاکمین جل جلالہ کے دربار میں جائز رکھتے ہیں۔

(iii) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی، جب تک کہ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ درمختار میں ہے،

”یحرم فیہ ای المسجد السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر الالمتفقہ۔ مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔“

(آخر باب ما یفسد الصلوۃ)

جب ذکر کی ممانعت فرمائی گئی، تو اذان بدرجہ اولیٰ منع ہوگی کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں۔

(iv) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم ارشاد فرمایا کہ جس کے لئے مسجد کی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَارِدَهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنْ

المساجد لم تبس لهذا۔ یعنی جو شخص گئی ہوئی چیز کو مسجد میں تلاش کرے، تو چاہئے کہ اس سے کہو کہ ”اللہ عزوجل تیری گئی ہوئی چیز تجھے نہ ملائے، کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔“ (کتاب المساجد۔ باب النہی عن نشد الضالۃ)

مذکورہ حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا۔ درمختار میں ہے،  
”کرہ انشاد الضالۃ۔ یعنی مسجد میں گمشدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے۔“ (آخر

باب ما یفسد الصلوۃ.....)۔

چنانچہ اگر کسی کا قرآن پاک گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لئے ڈھونڈتا اور مسجد میں پوچھتا ہے، تو اسے بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔  
پس اگر مسجد، اذان دینے کے لئے بھی بنی ہوئی، تو رسول اللہ (ﷺ) ضرور مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے... یا... کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے۔ مسجد جس کام کے لئے بنی ہو، زمانہ اقدس میں اسی کام کا مسجد میں نہ ہونا کبھی ثابت نہ ہو، عقل اس کو کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟... وجہ وہی ہے کہ اذان، دربار الہی میں حاضری کی اطلاع کے لئے ہے اور دربار، حاضری کے لئے آواز لگانے کے لئے نہیں بنایا جاتا۔

(۷) رسول اللہ (ﷺ) کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے، تاکہ اس کا وجوب نہ ثابت ہو اور ترک کا جواز بھی معلوم ہو جائے۔ اسی لئے علماء نے سنت کی تعریف میں ”مَعَ التَّوَكُّلِ أَحْيَانًا“ کو معتبر مانا یعنی ہمیشہ کیا، لیکن کبھی کبھی ترک بھی فرمایا۔ اور یہاں اصلاً ایک بار بھی ثابت نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، جو اس کا دعویٰ کرے، ثبوت دے۔

(vi) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا، عبارتیں اصل فتویٰ میں گزریں۔ اور احناف کے یہاں مطلق کراہت سے اکثر کراہت تحریم مراد ہوتی ہے، جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو۔ اور زیر بحث مسئلے میں مکروہ تحریمی کے خلاف پر دلیل درکنار، اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ ”یہ دربار الہی کی گستاخی ہے۔“

ان تمام وجوہ پر نظر انصاف سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوگا کہ مسجد کے اندر اذان دینا، بدعتِ سیئہ ہے، حسنہ ہرگز نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۱۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کھانے سے قبل تربوز کھانا پیٹ کو صاف اور بیماری کو دور کرنے کا سبب ہے۔“

رحمتِ عالم (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں،

”الْبَطْنُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَغْسِلُ الْبَطْنَ غُسْلًا وَيَذْهَبُ بِالذَّاءِ

أَصْلًا۔ یعنی کھانے سے پہلے تربوز کھانا، پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے

مٹا دیتا ہے۔“ (موضوعاتِ ملا علی قاری۔ حدیثِ بطخ قبل الطعام)

یہ حدیث گو کہ موضوعاتِ ملا علی قاری میں نقل کی گئی ہے، لیکن موضوع (یعنی

اپنی جانب سے بنائی ہوئی) نہیں، کیونکہ آپ، اس حدیث کے متعلق ابن عساکر کا قول

”شاذ لا یصح۔ یعنی یہ شاذ ہے، صحیح نہیں۔“ نقل کر کے فرماتے ہیں،

”ہو فیدانہ غیر موضوع کما لا یخفی۔ یعنی ابن عساکر کا قول بتا



ہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔“

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”رانج شدہ وکالت کا پیشہ قطعی حرام ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”وکالت جس طرح رانج ہے کہ حق کو ناحق، ناحق کو حق کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اگر سچ بولنا چاہے، تو کہتے ہیں، ”اگر سچ کہو گے، تمہارا مقدمہ سرسبز نہ

ہوگا۔“ جھوٹی گواہیاں دلواتے ہیں، جھوٹے حلف اٹھواتے ہیں، قطعی حرام ہے۔

اور آج کل ایسی ہی وکالت فروغ پا سکتی ہے۔ وہ جو کامل تحقیقات کے بعد

جسے حق پر جان لے، صرف اسی کی وکالت کرے، محض بطور حق کرے، جھوٹ بولنے یا

بلوانے سے پرہیز کرے، اس کی وکالت اس زمانے میں اصلاً نہیں چل سکتی۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۹۔ صفحہ ۹۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ہمزاد، شیاطین کی اقسام میں سے ہے، اسے قابو میں کرنا کبھی

حرام قطعی اور اکثر صورتوں میں کفر ہے۔“

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ،

”ہمزاد از قسم شیاطین ہے۔ وہ شیطان کہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے،

مطلقاً کافر، ملعون ابدی ہے۔ سوا اس کے جو رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت اقدس میں

حاضر تھا کہ صحبت برکت اقدس سے مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں،

”مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ یعنی تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ ایک ہمزاد جن اور ایک ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔“ لوگوں نے عرض کی: ”کیا آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے؟“... فرمایا: ”ہاں میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ عز و جل نے میری مدد فرمائی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور سچائے بھلائی کے مجھے کوئی مشورہ نہیں دیتا۔“ (مسلم۔ کتاب الصفۃ الساتین)

اسی طرح بزار نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ

”فَضَّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِخَصْلَتَيْنِ كَانَ شَيْطَانِي كَافِرًا فَأَعَانَنِي اللَّهُ عَلَيْهِ حَتَّى أَسْلَمَ۔ یعنی مجھے دوسرے انبیاء کرام (علیہم السلام) پر دو خصلتوں میں فضیلت سے نوازا گیا ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا، پس اللہ عز و جل نے اس کے خلاف میری امداد فرمائی، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔“

(کشف الاستار عن زوائد المعز از۔ حدیث ۲۳۳۸)

اگر اس کو خبیث ارواح سے مدد لیتے ہوئے کسی منتر یا عمل سے قابو کرنا مقصود ہو، تو حرام قطعی ہے، بلکہ اکثر صورتوں میں کفر ہے کہ ان کی خوشامد، تعریفوں اور ان کے پسند کے کاموں کے ارتکاب کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔

اور اگر فرشتوں اور روحانی عملیات کے ذریعے تسخیر مطلوب ہو، تو یہ اگرچہ شان و شوکت و رعب و دبدبے کے ساتھ ہوتی ہے، لیکن جو رعب و دبدبہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو اس دعا یعنی،

”وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي۔ یعنی مجھے

ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔“ (پ ۲۳-ص ۳۵)

کی اجابت کی صورت میں حاصل تھا اور جسے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا،

”وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ

السَّعِيرِ۔ اور ان (جنوں) میں، جو ہمارے حکم سے پھرے (اور سلیمان علیہ السلام کی

فرمانبرداری نہ کرے) ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔“ (پ ۲۲-ص ۱۲)

تو یہ ہر ایک کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے؟.... نیز کافر شیطان سے ہم مجلس رہنا

کم از کم احوال صادقہ میں تغیر اور غفلت و ظلمت میں اضافے کا سبب تو ضرور بنتا

ہے۔ حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ

”کم از کم وہ ضرر کہ صحبت جن سے حاصل ہوتا ہے، یہ ہے کہ انسان متکبر

ہو جاتا ہے۔“...

چنانچہ راہ سلامت یہی ہے کہ اس سے دوری واجنبیت اختیار کی جائے۔

مقام توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس دعا کا حکم فرمائے کہ

”وَقُلْ رَبِّ اعْوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ☆

وَاعْوْذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ۔ یعنی اور تم عرض کرو کہ اے میرے

رب! تیری پناہ شیطاں کے دوسووں سے اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے

پاس آئیں۔“ (پ ۱۸-المؤمنون-۹۸)

اور یہاں حاضر ہو جا، حاضر ہو جا کی رٹ لگائی جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”آسیب، بھوت اور چڑیل کا وجود ہے، جبکہ سر پر شہید کی سواری آنے کی کچھ حقیقت نہیں، بلکہ یہ جنوں اور ناپاک روحوں کا کارنامہ ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ

”آسیب، بھوت، چڑیل و شہید وغیرہ جو مشہور ہیں، صحیح ہیں یا غلط؟...

آپ نے جواب فرمایا،

”ہاں جن اور ناپاک روحوں مرد و عورت، احادیث سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی ہیں۔ انہیں سے پناہ کے لئے استنجاء خانے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنا وارد ہوا،

”أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔ یعنی میں گندی اور ناپاک

چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ (مسند امام احمد بن حنبل۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

یہ سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں، اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اس وجہ سے بے عقل جاہلوں میں ”شہیدوں کا سر پر آنا“ مشہور ہو گیا، ورنہ شہداء کرام ایسی خبیث حرکات سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ



”سب سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) کی نماز جنازہ ادا کی گئی تھی، لیکن

اسلام میں حکم نماز جنازہ، ہجرت کے بعد نازل ہوا تھا۔“

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

”نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم (علیہ السلام) کے دور سے ہے۔ حاکم نے

مستدرک اور طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سے روایت کیا کہ

”آخر ما کبر النبی (ﷺ) علی الجنائز اربع تکبیرات

وکبر عمر علی ابی بکر اربعاً وکبر ابن عمر علی

عمر اربعاً وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی

اربعا وکبر الملائکۃ علی ادم اربعاً۔ یعنی رسول اللہ (ﷺ) نے

جنازہ پر جو آخری عمر مبارک میں تکبیرات کہیں، وہ چار تھیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ

عنه) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے، حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے، حضرت حسین بن علی نے حضرت حسن بن علی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اور فرشتوں نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے جنازے پر چار

تکبیرات کہیں۔“ (التکبیر علی الجنائز اربع)

اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم، مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ امام

واقدی نے حضرت ام المؤمنین سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں حضرت

حکیم بن حزام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ

”انہا توفیت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنی

ہاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی (ﷺ) فی

حفرتها ولم تكن شرعة الصلاة علی الجنائز۔ یعنی سیدہ خدیجہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہا) کا وصال، بعثت (یعنی اعلان نبوت) کے دسویں سال، شعب ابی طالب

سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم

(ﷺ) خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازے کا حکم نہ تھا۔“

(الاصابة فی تمییز الصحابة۔ ترجمہ خدیجہ بنت خویلد)

اور امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اصحابہ میں حضرت اسعد بن

زرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

”انه مات علی راس تسعة اشهر من الهجرة رواه

الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال

قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة

وانه اول میت صلی علی النبی (ﷺ)۔ یعنی حضرت اسعد بن زرارہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کا وصال ہجرت کے بعد، نویں مہینے کے آخر میں ہوا۔ اسے حاکم نے

مستدرک میں روایت کیا اور واقدی نے کہا کہ یہ شوال کا مہینہ تھا۔ بغوی نے کہا کہ

ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی، جس

پر رسول اللہ (ﷺ) نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔“

(الاصابة فی تمییز الصحابة۔ ترجمہ اسعد بن زرارہ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو پانی رحمتِ کونین (ﷺ) کے دستِ پر انوار کی انگلیوں سے بطورِ معجزہ جاری ہوا، دنیا و آخرت کے سب پانیوں سے بالاتفاق افضل و اعلیٰ ہے۔ لیکن آبِ زم زم اور آبِ کوثر کی باہم افضلیت میں اختلاف ہے۔“

چنانچہ،

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فرمان ہے کہ

”زم زم افضل ہے، کیونکہ شبِ معراج کی رات فرشتوں نے رسول

اللہ (ﷺ) کے قلبِ پر نور کو اسی پانی سے دھویا تھا، حالانکہ وہ آبِ کوثر لا سکتے تھے۔ اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر اپنے محبوب (ﷺ) کے لئے افضل امور کو ہی اختیار فرمایا۔ لہذا زم زم، آبِ کوثر سے افضل ہے۔

اس پر اعتراض وارد ہوا کہ زم زم تو سیدنا اسمعیل (علیہ السلام) کو عطا ہوا، جب

کہ آبِ کوثر ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کو، تو لازم ہے کہ کوثر ہی افضل ہو۔ علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”ہماری گفتگو دنیا کے بارے میں ہے، آخرت میں بے شک کوثر ہی افضل ہے۔“

اس بارے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”اس وقت، اس مسئلے کے بارے میں ہمارے علمائے احناف (رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہم) کی جانب سے کوئی کلام، نظر فقیر میں نہیں اور جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا، وہ آبِ کوثر کا افضل ہونا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ افضل کے دو معنی ہیں۔

(1) پہلا معنی، ثواب حاصل ہونے.. یا.. اس پر ثواب مرتب ہونے کے اعتبار سے۔ ان میں سے پہلا جزء مسلمان عاقل و بالغ کے لئے ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ انسان ثواب کے حصول کے اعتبار سے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔ اور دوسرا جزء، اعمال کے لئے ثابت ہوگا، کیونکہ ثواب مرتب ہونے کے اعتبار سے اعمال ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔

غور کیا جائے، تو معنی افضل کی یہ دونوں صورتیں زم زم و کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں۔

اور بالفرض اگر لیں دین کے اعتبار سے افضل والا متعین کیا جائے، تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے، چنانچہ زم زم و کوثر میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا۔

اور نہ سید الانبیاء (ﷺ) کو ملنے والے ثواب ہر کے اعتبار سے زم زم کے لئے افضلیت کا معنی متعین کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک سے قلب مبارک کو دھونے میں رحمتِ عالم (ﷺ) کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ اور... (2) دوسرا معنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمتِ شان اور رفعتِ مقام کے

اعتبار سے۔ اس معنی کے لحاظ سے امامِ بلقینی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی بات یعنی ”زم زم افضل ہے، کیونکہ شبِ معراج کی رات فرشتوں نے رسول اللہ (ﷺ) کے قلب پر نور کو اسی پانی سے دھویا تھا، حالانکہ وہ آبِ کوثر لا سکتے تھے۔

اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر اپنے محبوب



(ﷺ) کے لئے افضل امور کو ہی اختیار فرمایا۔ لہذا زم زم، آبِ کوثر سے افضل ہے۔“

تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ ہم سید الکونین (ﷺ) کے قلبِ مبارک کو آبِ زم زم سے دھونے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کر لیں کہ ان کے حصول میں دونوں پانی یعنی زم زم اور کوثر برابر ہیں، اس کے باوجود اللہ عز و جل نے زم زم کو پسند فرمایا، چنانچہ زم زم افضل ہوا۔

اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے، تو اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ زم زم، کوثر سے ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

دوسرے یہ کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کو کسی دوسری شے سے شرف حاصل نہیں ہوا، بلکہ دوسروں نے آپ سے عزت و بزرگی پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے، سیدِ عالم (ﷺ) کی رحمت سے نوازتا ہے، تاکہ اس کو فضیلت عطا فرمائے۔ جیسا کہ آپ کی ولادتِ پاک کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو، جمعہ کے بجائے، پیر کو اور کعبۃ اللہ کے بجائے، آپ کی ولادت کو شرف بخشا۔

اور علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے زم زم کی فضیلت کے بارے میں جو فرمایا کہ ”(زم زم، کوثر سے افضل ہے، کیونکہ) ہماری گفتگو دنیا کے بارے میں ہے، آخرت میں بے شک کوثر ہی افضل ہے۔“ درست نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ یہاں فضیلت سے قدر و فخر کی عظمت و سر بلندی مراد ہے۔ اور فضیلت کا یہ معنی دنیا و آخرت کے لحاظ سے تبدیل نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں تو ایک چیز، دوسری کے مقابلے میں زیادہ قدر

و منزلت والی ہو اور جب آخرت برپا ہو، تو معاملہ الٹا ہو جائے۔ بلکہ آخرت میں بارگاہِ الہی میں وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی، جو دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔

اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی، وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو ذاتی طور پر افضل ہوگی، وہ ہر جگہ افضل ہوگی۔ اور جب علامہ ابن حجر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کر لیا، تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو۔

اور کیوں نہ ہو کہ زم زم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور.. آخرت کا درجہ بڑا ہے۔

نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے۔ حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”يَغْتُ فِيهِ مِيزَابَانِ يَمْدَانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْآخَرُ مِنْ فِضَّةٍ۔ یعنی کوثر میں دو میزاب (یعنی پرنا لے) گرتے ہیں، دونوں جنت سے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔“

(مسلم۔ کتاب الفہائل)

اور مزید ارشاد فرمایا،

”الْآنَ سِلْعَةُ اللَّهِ غَالِيَةٌ الْآنَ سِلْعَةُ اللَّهِ الْجَنَّةِ۔ یعنی غور سے سنو! اللہ عز و جل کا سامان گراں قیمت والا ہے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ کا سامان،

جنت ہے۔“ (ترمذی۔ باب من ابواب القیمۃ)

پھر کوثر، امت سرکار (ﷺ) کے لئے وہاں زیادہ نفع بخش ہے، کیونکہ جو بھی اسے پئے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ پڑے گا۔  
اور بے شک، اللہ تعالیٰ نے افضل الانبیاء (ﷺ) پر حوض کوثر کی عطا کا بطور احسان ذکر فرمایا ہے، لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتصرف ما۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”شیطان خواب میں ہمارے نبی پاک (ﷺ) کی شکل و صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”مَنْ رَأَىٰ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَىٰ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ

بِئْسَىٰ۔ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار کر کے نہیں آ سکتا۔“ (ترمذی۔ باب ماجاء فی قول النبی (ﷺ) ...)

اور حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”مَنْ رَأَىٰ فَقَدْ رَأَىٰ الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي۔

یعنی جس نے مجھے (خواب میں دیکھا) اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع اختیار نہیں کر سکتا۔“ (بخاری۔ باب من رأى النبی (ﷺ) فی المنام ...)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کسی نے خواب میں نبی پاک (ﷺ) کو کوئی خلافِ شرع حکم دے دیا، تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے، اس پر ہرگز عمل نہ کرے۔“

چونکہ حالتِ خواب میں انسان کے ہوش و حواس، حالتِ بیداری کی مثل نہیں ہوتے، لہذا خواب میں سنی گئی بات، حالتِ بیدار میں سنی گئی بات کی طرح یقیناً فائدہ نہیں دیتی۔

چنانچہ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

”خواب میں رحمتِ کونین (ﷺ) کی جانب سے جو کچھ سنیں، اسے ان ارشادات کی روشنی میں پرکھیں کہ جو بیداری میں، سید الانبیاء (ﷺ) سے ثابت ہو چکے۔“

اگر ان کے مخالف نہیں، تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ خواب والا ارشاد، بیداری والے ارشادات سے سو فیصد مطابقت رکھتا ہو، بلکہ اگر مفہوم و مقصود کے اعتبار سے ایک ہی محسوس ہوں، چاہے الفاظ میں رد و بدل نظر آئے، تب بھی کافی ہے۔

اور اگر حکمِ خواب، ارشاداتِ بیداری کے مخالف ثابت ہو، تو یقینی طور پر یہی کہا جائے گا کہ صاحبِ خواب کے سننے میں فرق ہوا ہے۔ یعنی حبیبِ کبریا (ﷺ) نے حق فرمایا، لیکن حواس کے اثرِ خواب کی بناء پر مکرر ہونے کی وجہ سے سننے میں غلطی واقع ہوئی۔ جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ رحمتِ کونین (ﷺ) (معاذ اللہ)



اللہ) اسے شراب نوشی کا حکم دے رہے ہیں۔ امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا،

”رسول اللہ (ﷺ) نے تجھے شراب پینے سے روکا ہے، تیرے سننے میں الٹا

آیا۔“

اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ اس معاملے میں فاسق و متقی برابر ہیں۔ چنانچہ نہ تو متقی کا خواب میں کسی حکم کا سننا، اس حکم کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی فاسق کا بیان یقینی طور پر جھوٹا، بلکہ ضابطہ یہی ہے، جو مذکور ہوا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۰۰)

❦ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”باعتبارِ گناہ نامہ اعمال تین قسم کے ہیں۔ ایک کی بخشش نہیں، دوسرے کی

اللہ عز و جل کو پرواہ نہیں اور تیسرے میں سے اللہ عز و جل کچھ نہ چھوڑے گا۔“

اس کی تفصیل اس حدیث پاک میں ہے، جسے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ

عنها) نے روایت کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”الدَّوَاوِينَ ثَلَاثَةٌ فِدْيَانٌ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئًا وَدِيَّانٌ

لَا يَغْفِرُ اللَّهُ بِهِ شَيْئًا وَدِيَّانٌ لَا يَتْرُكُ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَّا الدِّيَّانُ

الَّذِي لَا يَغْفِرُ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئًا فَالْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَأَمَّا الدِّيَّانُ الَّذِي

لَا يَغْفِرُ اللَّهُ بِهِ شَيْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ مِنْ صَوْمٍ

يَوْمَ تَرَكَهُ أَوْ صَلَاةٍ تَرَكَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغْفِرُ ذَلِكَ وَإِنْ شَاءَ  
يَتَجَاوَزُ وَأَمَّا الدِّيُونُ الَّتِي لَا يَتْرُكُ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئًا فَمَظَالِمُ الْعِبَادِ  
بَيْنَهُمُ الْقِصَاصُ لَا مَحَالَةَ۔ یعنی رجسٹر تین قسم کے ہیں۔ ایک میں سے اللہ تعالیٰ  
کچھ نہ بخشے گا اور ایک کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ  
چھوڑے گا۔ وہ رجسٹر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، رجسٹر کفر ہے یعنی جس میں  
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا گناہ درج ہو۔ اور وہ جس کی اللہ عز و جل کو کوئی  
پرواہ نہیں، وہ بندے کا کسی ایسے معاملے میں اپنی جان پر ظلم کرنا ہے، جو اس کے اور  
اس کے رب کے درمیان ہو، جیسے اس نے کسی دن کا روزہ ترک کیا یا نماز چھوڑ دی کہ  
اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور چاہے تو اس سے درگزر فرمائے گا۔ اور وہ جس  
میں سے کچھ نہ چھوڑے گا، وہ حقوق العباد ہیں، ان میں لازمی طور پر بدلہ ہوگا۔“  
(مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”خودکشی کرنا اگرچہ حرام ہے، لیکن اس سے مسلمان، کافر نہیں ہوتا، لہذا  
ایسے شخص کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔“  
درمختار میں ہے،

”مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ وَلَوْ عَمْدًا يَغْسِلُ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ بِهِ يَفْتَى۔ یعنی جو  
اپنے آپ کو قتل کرے، خواہ جان بوجھ کر، اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز پڑھی  
جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے۔“ (باب صلوٰۃ الجنازۃ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”تجارت، تبلیغ دین اور گھر والوں سے ملنے وغیرہا کی غرض سے، ملک سے باہر جانے کے لئے، پاسپورٹ بنوانے کے لئے تصویر کھینچوانا، بعض صورتوں میں قابل گرفت اور بعض میں ناقابل گرفت ہے۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے۔ اگرچہ فقط اوپر والے نصف دھڑ کی، بلکہ صرف چہرے کی ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ انکے پاس رکھنے میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح اور اعتماد شدہ یہ ہے کہ ان کا پاس رکھنا بھی اسی طرح حرام ہے، جیسا پوری تصویر رکھنا۔

لیکن مقامات ضرورت، حکم حرمت سے خارج ہوتے ہیں۔ کیونکہ ضابطہ

ہے کہ

”الضرورات تبیح المحظورات۔ یعنی ضرورتیں، ممنوعات کو مباح

کر دیتی ہیں۔“ (الاشباہ والنظائر۔ الفن الاول۔ القاعدة الخامسة)

نیز شریعت، واضح حرج، ضرورت اور مشقت شدیدہ کا بھی لحاظ فرماتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ یعنی اور تم پر دین

(پ ۱۷- الحج ۷۸)

میں کوئی تنگی نہ رکھی۔“

اور ارشاد فرمایا

”يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - اللَّهُ تَمَّ

پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔“ (پ ۲۔ البقرة۔ ۱۸۵)

ہاں اگر ضرورت متحقق نہ ہو، تو فقط منفعت حاصل کرنے کے لئے کوئی ممنوع

مباح نہیں ہو سکتا۔ مثلاً جائز نوکری میں روپے ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ

سوروپے مہینہ کی، تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار کرنا حرام

ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے،

”رجل اجر نفسه من النصارى لضرب الناقوس كل يوم

بخمسة دراهم ويعطى في عمل اخر كل يوم درهم عليه ان يطلب من

موضع اخر۔ یعنی ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی

ملازمت اختیار کی، اس شرط پر کہ اسے یومیہ پانچ درہم ملیں گے اور کسی دوسرے (جائز

) کام پر ہر روز ایک درہم دیا جائے گا، تو اس پر لازم ہے کہ کسی دوسری جگہ سے ہی رزق

حاصل کرے۔“ (کتاب الخطر والاباحہ)

تصویر کھنچوانے میں گناہ، تصویر کھینچنے والے کے گناہ میں مددگار بننے کی

بناء پر متحقق ہوتا ہے۔ پھر اگر بخوشی کھنچوائی، تو بلاشبہ خود کھینچنے کی ہی مثل ہے۔ یونہی اگر

کھنچوانا مقصود نہیں، بلکہ کوئی دوسرا مقصد مباح پیش نظر ہے، مثلاً کوئی جائز سفر، لیکن

اس کے لئے قانوناً تصویر دینی ہوگی، تو اگر وہ مقصد، ضرورت و حاجت صحیحہ و ضرر

و مشقت شدیدہ تک نہ پہنچا، جب بھی ناجائز کہ منفعت کے لئے ناجائز، جائز نہیں

ہو سکتا۔



اور اگر واقعی کسی حاجتِ شدیدہ میں مبتلاء ہے اور نہ جانے میں حرجِ شدید نظر آتا ہے، تو ایسی صورت میں تصویر کھینچوانے والے فعل کی حرمت، فقط کھینچنے والے تک ہی منحصر رہے گی یعنی فقط وہی گناہ گار ہوگا، کھینچوانا والا اس حرمتِ فعل سے بری اور اپنے اوپر سے دفعِ حرج و ضرر کا قصد کرنے والا ہونے کی بناء پر ”وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى“۔ یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان، دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔“ (پ ۸۔ الاعراف۔ ۱۶۳)..... کے تحت داخل ہوگا۔

اور.....

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا الْكُلُّ أَمْرٍ مَّانَوَى“۔ یعنی محض

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے، جس کا اس نے ارادہ کیا۔“ (بخاری۔ باب کیف کان بدء الوحی... الخ)

کافائدہ حاصل کرتا ہے۔ فتح القدر میں ہے،

”ما ذکر انہ لا یتوصل الی الحج الا بارشائهم فتکون الطاعة

سبب المعصية فيه نظربل الاثم فی مثله علی الاخذ لا المعطى علی

ما عرف من تقسیم الرشوة فی کتاب القضاء۔ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ

ادائیگی حج کا، سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں)

طاعت، گناہ کا سبب ہو جائے گی۔ اس پر اعتراض و اشکال ہے اور وہ یہ کہ اس نوع

کے مسائل میں رشوت کا گناہ لینے والے پر ہوگا، نہ کہ دینے والے پر۔ جیسا کہ کتاب

القضاء میں ”تقسیم رشوت“ کے عنوان سے معلوم ہوا۔“ (کتاب الحج۔ مقدمہ بکرم الخرج الی الحج)

اہل و عیال کے پاس جانے .. یا .. انہیں لانے کی ضرورت بے شک ضرورت و حاجت صحیحہ میں داخل ہے۔ رحمت کو نین (ﷺ) کی شریعت مبارکہ ہرگز اس چیز کا حکم نہ کرے گی کہ

”تصور منع ہے، تم یہیں رہو اور انہیں سمندر پار پڑا رہنے دو کہ نہ تم ان کی موت و حیات میں شریک ہو سکو اور نہ وہ تمہاری۔“

تجارت اگر پہلے سے وہاں تھی اور اب اسے ختم کر کے مال یہاں لانے کے لئے فقط ایک بار جانا ہوگا کہ اگر نہ جائے، تو مال ضائع ہو جائے گا، تو یہ بھی صورت اجازت ہے کہ شرع میں مال، نفس کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”أَمْوَالُكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا - تمہارے وہ مال کہ جن کو

اللہ نے تمہاری بسراوقات کیا ہے۔“ (پ ۴۔ النساء۔ ۵)

اور اگر تجارت قائم کرنا مقصود ہے، مگر جانا صرف ایک ہی بار ہوگا، اس طرح کہ وہیں مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ ہے .. یا .. بار بار جانا پڑے گا، لیکن تصویر فقط پہلی ہی بار لی جائے گی، تو یہ بھی جوازی صورت ہے کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں۔ اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی، تو دو صورتیں ہیں۔

(۱) اس کے پاس ذریعہ رزق فقط وہی تجارت ہے اور وہ تجارت صرف وہیں چلتی ہے، اگر مال یہاں اٹھالائے، ضائع جائے .. یا .. نقصان شدید اٹھائے، تو یہ بھی حرج و ضرر کی صورت میں آگیا اور حرج، آسانی عطا کرنے کے ذریعے، من جانب اللہ دور کیا گیا ہے۔

(۲) تجارت ختم کرنے میں کوئی قابل ذکر نقصان نہ ہوگا.. یا.. وہ تجارت یہاں بھی چلے گی، اگرچہ نفع وہاں کے مقابلے میں کچھ کم ملے گا، تو کاروبار سمیٹنے کی غرض سے صرف ایک بار جانے کی اجازت ہوگی، دوبارہ کی نہیں، کہ فقط منفعت کے لئے کسی ممنوع شرعی کو جائز قرار دینے کا ارتکاب، ممنوع ہے، جیسا کہ ماقبل ذکر کیا گیا۔

اگر تبلیغ دین کی غرض سے جانے کا قصد ہو، تو اس سلسلے میں تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) اگر کچھ کافروں نے وہاں سے لکھا کہ ”ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے، ہمیں آکر مسلمان کرلو۔“ تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دینا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے،

”لو قال ذمی للمسلم اعرض علی الاسلام یقطع وان کان فی الفرض۔ اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرو، تو (اس مسلمان کو چاہئے کہ) نیت توڑ دے، اگرچہ فرض نماز میں ہو۔“ (الصف الخامس۔ بحث آفات الید)

(۲) وہاں کچھ کفار اسلام کی جانب مائل ہیں، کوئی ہدایت کرنے والا ہو، تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے، تو اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔ کیونکہ ظن غالب، یقین کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ بلکہ اس مقام پر جانے کا حکم وجوبی ہونا چاہئے، کیونکہ ایسے مواقع پر تاخیر جائز نہیں، کیا معلوم دیر کرنے میں شیطان اپنا کام کر جائے اور ان کا یہ ارادہ جاتا رہے۔

اور یہاں اس خیال کی کوئی حیثیت نہیں کہ ”اس کام کے لئے کچھ میں ہی تو

متعین نہیں۔“ کیونکہ اگر ہر ایک یہی خیال کرے، تو کوئی نہ جائے گا۔

(۳) ان میں سے کچھ بھی نہیں، بلکہ عام کفار کی سی حالت ہے، تو اب یہ صرف منفعت کے درجے میں آگیا، چنانچہ اس کے لئے بھی اجازت نہ چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعوتِ اسلام زمین کے چپے چپے پر پہنچ چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ اب کفار سے جہاد کی صورت میں مقابلے سے قبل اسلام کی دعوت دینا فقط مستحب ہے (جب کہ ابتداء میں واجب تھی)۔ ہدایہ میں ہے،

”یستحب ان يدعو من بلغته الدعوة مبالغۃ فی الانذار و لا یجب ذلک۔ جس شخص کو دعوتِ اسلام پہنچ گئی ہو، تو اسے ڈرسانے میں مبالغہ کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔“ (کتاب السیر - باب کیفیۃ القتال)

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) - جلد ۲۱ - صفحہ ۱۹۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ہمارے مذہبِ اسلام میں مالی جرمانہ منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہوتا ہے، چنانچہ ڈیوٹی پر دیر سے آنے.. یا.. اسکول و کالج میں چھٹی کر لینے.. یا.. نماز وغیرہ قضا کر دینے پر مالی جرمانہ (Fine) وصول کرنا حرام ہے۔“

درمختار میں ہے،

”لا باخذ المال فی المذهب۔ یعنی مذہب کی رو سے مالی جرمانہ لینا

جائز نہیں۔“ (باب التعزیر)



اسی میں ہے،

”وفی المجتبى انه كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ - یعنی اور

مجتبىٰ میں ہے کہ وہ (یعنی مالی جرمانہ وصول کرنا) ابتدائے اسلام میں تھا، پھر منسوخ کر دیا گیا۔“ (ایضاً)

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید) - جلد ۵ - صفحہ ۱۱۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مالی جرمانہ، نافذ کرنا حرام ہے، لیکن اگر صرف تنبیہ کی غرض سے پیسہ

وصول کیا جائے اور بعد میں واپس کر دیں، تو حرج نہیں۔“

ردالمحتار میں ہے،

”وافاد فی البرازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به

امساك شیء من ماله عند مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه لان

ياخذه الحاكم لنفسه اوليت المال كمايتوهمه الظلمة اذ لايجوز

لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعى - اور برازیہ میں افادہ

کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار بھی کیا جائے، تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے

کہ اس کا مال کچھ مدت کے لئے روک لینا، تاکہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس

کا مال لوٹا دے، نہ یہ کہ حاکم اپنے یا بیت المال کے لئے لے لے، جیسا کہ ظالم لوگوں

نے گمان کیا۔ کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لے لے۔“ (باب التعزیر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مالی جرمانہ حرام ہے، لیکن شرعی اجازت کے ساتھ بعض صورتوں میں جائز ہے۔“

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً

(1) اگر کسی ادارے میں طلباء یا کام کرنے والوں کو وظائف (اسکار شپ) یا بونس دیا جاتا ہو۔ تو اب ان کے کسی قصور پر بطور سزا وظائف و بونس روک لینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان کی ملکیت میں موجود کسی چیز کو لینا نہیں، بلکہ کسی شے کو ان کی ملکیت میں جانے سے روکنا ہے۔

(2) اگر کسی ادارے میں طلباء بغیر فیس زیر تعلیم ہوں، ان سے غلطی ہو جائے، تو یہ جائز ہے کہ انہیں اگلے دن بغیر فیس کے نہ بیٹھنے دیا جائے۔ اس طرح یہ مالی جرمانہ نہیں، بلکہ فیس کی وصولی کہلائے گی۔

(3) اگر فیس دینے والے طلبہ زیر تعلیم ہوں، تو اس مہینے تو قصور سرزد ہونے والے طلبہ سے کچھ نہیں لے سکتے، ہاں اگلے ماہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”سابقہ قصور کی بناء پر آئندہ تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی، جب تک کہ اس قدر زائد فیس ادا نہ کرو گے۔“ اس صورت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ، بتدریج منعقد ہوتا ہے۔

(4) یہ صورت بھی ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی چیز اتنی

قیمت پر فروخت کی جائے کہ جتنا جرمانہ کرنا مقصود ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ قلم، ہم نے تم کو سات روپے میں بیچا۔“ نیز ان سے کہہ دیا جائے کہ

”ہم، تم سے یہ بیع قطعی کر رہے ہیں، اس میں کوئی شرط نہیں۔ ہاں ایک وعدہ احسانی مزید کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس ماہ کوئی قصور نہ کیا، تو مہینے کے آخر میں اس کی طے شدہ قیمت تمہیں معاف کر دیں گے۔“

اس صورت میں بھی، قصور واقع ہونے کی حالت میں وہ طے شدہ قیمت کل یا بعض ان سے وصول کرنا جائز ہوگا۔

لیکن اس آخری صورت میں دو امور قابل غور ہیں۔

﴿1﴾ طلباء سے بیع ان کی رضامندی کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے، زبردستی جائز نہیں۔ کیونکہ بیع کی تعریف ہی یہ ہے کہ ”مبادلة المال بالمال بالتراضی۔ یعنی باہم رضامندی کے ساتھ، مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا۔“

﴿2﴾ اگر پورے ماہ کوئی قصور واقع نہ ہوا، تو اس چیز کی طے شدہ قیمت

حسب وعدہ معاف کرنا ہوگی۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۱۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو گناہ خفیہ ہو، اسکی توبہ بھی خفیہ طور پر کرنی ہوگی، جب کہ اعلانیہ گناہ کی

توبہ، اعلانیہ طور پر کرنا ضروری ہے۔“

مثلاً سب کی نگاہوں سے پوشیدہ اپنے گھر میں چھپ کر گناہ کیا، تو اس کی توبہ بھی پوشیدہ طور پر کرنی ہوگی۔ لیکن اگر سب کے سامنے کسی کفر کا ارتکاب کیا، تو اس کی توبہ

بھی اعلانیہ ہی کرنی ہوگی، کیونکہ

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

ارشاد فرمایا،

”إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَأَحْدِثْ عِنْدَهَا التَّوْبَةَ السِّرَّ بِالسِّرِّ

وَالْعَلَانِيَةَ بِالْعَلَانِيَةِ۔ یعنی جب کوئی برائی کا ارتکاب کرے تو توبہ بھی اسی طرح کی

جائے یعنی خفیہ گناہ پر خفیہ اور علانیہ گناہ پر علانیہ توبہ۔“ (کنز العمال - حدیث ۱۰۱۸۰)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) مذکورہ صورت میں اعلانیہ توبہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ

”اس سلسلے میں مختصراً تحقیق حق یہ ہے کہ جو گناہ مخلوق پر ظاہر

ہو، تو جیسے خود اس شخص کے لئے دو تعلق ہیں۔ یعنی

(۱) خدا (عزوجل) کے ساتھ کہ اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، اس کا

بدلہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عارضی یا دائمی عذاب کا مستحق ہونا ہے۔

(۲) مخلوق کے ساتھ کہ اس گناہ کے سبب وہ مسلمانوں میں اپنے گناہ کی

نوعیت کے اعتبار سے گناہ گار، ظالم، گمراہ یا کافر ٹھہرتا ہے اور اسی کا اعتبار کر کے وہ اس

کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ مثلاً سلام و کلام و تعظیم اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک

کر دینا۔ وغیرہا

اسی طرح اس کی توبہ کے لئے بھی دو رخ ہیں۔

(i) ایک جانب خدا عزوجل۔ اس کا رکن اعظم، صدق دل کے ساتھ اس گناہ



پرندامت ہے اور فی الحال اس کا ترک کرنا، اس کی علامات کو مٹانا اور آئینہ کبھی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا، یہ سب سچی پشیمانی کو لازم ہیں۔ اس لئے رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”الْندمُ تَوْبَةٌ“ یعنی ندامت، توبہ ہے۔ رواہ احمد و بخاری۔ یعنی وہی سچی ندامت کہ جو باقی ارکان توبہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی کا نام ”تَوْبَةُ السِّرِّ“ یعنی پوشیدہ توبہ ہے۔

(ii) دوسرا جانب مخلوق۔ کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا اور اس کے باعث ان کے قلوب میں مرتکبِ خطاء کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور ایسے شخص سے معاملات کرنے کے سلسلے میں، اس کے گناہ کے مطابق انہیں احکام دے گئے۔ اسی طرح ان پر اس کی توبہ و رجوع ظاہر ہو، تا کہ ان کے دل اس سے صاف ہو جائیں اور اس حالت کے احکام، درست حالت والے احکام کی جانب رجوع کریں۔ یہ توبہ علانیہ ہے۔

توبہ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا، جب کہ علانیہ گناہ کے لئے شریعت نے علانیہ توبہ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اس حکم میں بکثرت حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

(1) شرع نے آپس میں صلح و صفائی کا حکم دیا ہے۔ گناہ علانیہ میں یہ صلح

، علانیہ توبہ پر ہی موقوف ہے۔ کیونکہ جب مسلمان اس کے گناہ پر مطلع ہوئے، تو اگر توبہ سے واقف نہ ہوں گے، تو ان کے قلوب، اس شخص سے ویسے ہی رہیں گے، جیسے قبل توبہ تھے۔

(2) جب اس شخص کو اس گناہ کی بناء پر برا اور قابل نفرت سمجھا جائے گا، تو لوگ اس سے دوری اختیار کریں گے، خاص طور پر بد مذہبی میں گرفتار ہونے والے سے۔ اب یقیناً اس دوری کا خاتمہ بغیر علانیہ توبہ کے ممکن نہ ہوگا۔

(3) جب یہ شخص سچی توبہ کر لے اور رحمتِ عالم (ﷺ) کا فرمان ہے، ”التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ“۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“ (ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)۔... تو مسلمانوں کے اس سے موجودہ معاملات یعنی سلام کلام ترک کرنا وغیرہ بے جا ہو جائیں گے۔ اور انہیں اس بے جا پر یہی شخص ابھارنے والا تھا، لہذا لازم ہوا کہ انہیں مطلع کر دے جیسے کسی کے کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور اسے معلوم نہ ہو، تو اسے خبر دینی ضروری ہے۔

(4) علانیہ گناہوں میں اور ان میں سے خاص طور پر بد مذہبی و بے دینی پر مشتمل خطاؤں میں ایک اور سخت آفت کا اندیشہ ہے کہ اگر یہ شخص مر گیا اور مسلمانوں پر اس کی توبہ ظاہر نہ ہوئی اور بد مذہب کی مذمت اس کے مرنے کے بعد بھی جائز، بلکہ کبھی واجب بھی ہوتی ہے، تو مسلمان اسے برا، بد مذہب اور بد دین کہیں گے۔ اور مسلمانوں کی اس گواہی سے اس پر سخت ضرر کا اندیشہ ہے، کیونکہ آسمان پر ملائکہ اور زمین پر مسلمانوں کو بزبان حبیبِ کریم (ﷺ) گواہ بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) تشریف فرما تھے کہ ایک جنازہ گزرا۔ حاضرین نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ”وَجَبَتْ“۔ یعنی واجب ہو گئی۔“ پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا، اس کی برائی بیان کی گئی۔ آپ نے پھر فرمایا، ”وَجَبَتْ“۔ یعنی واجب ہو

گئی۔“ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی، ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! کیا چیز واجب ہوگئی؟“ .. فرمایا، ”هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرٌ أَفْوَجَتْ لَهُ لُجْنَةٌ وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرٌّ أَفْوَجَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ۔ یعنی پہلے کی تم نے تعریف کی، تو اس پر جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کی رمت کی، تو اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تم زمین پر اللہ عز و جل کے گواہ ہو۔“

(بخاری۔ کتاب الجنائز)

اور اس میں یہ شخص خود قصور وار ہوگا کہ اس نے علانیہ توبہ کر کے ان کے دل صاف نہ کئے۔

(5) اور یہ بھی نہ ہو، تو کم از کم یہ تو ہوگا کہ علماء و صلحاء اس کے جنازے وغیرہ میں شرکت نہ کریں گے، اس طرح یہ نیک لوگوں کی شفاعت سے محروم ہو جائے گا، یہ مصیبت کیا کم ہے؟...

(6) اصل یہ ہے کہ علانیہ گناہ، دوہرا گناہ ہے۔ یعنی ایک گناہ اور دوسرا اس کا اعلان۔ اور یہ اعلان اس گناہ سے بدتر گناہ ہے۔

رحمت کونین (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں کہ

”كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَى إِلَّا الْمَجَاهِرِينَ۔ یعنی میری تمام امت عافیت

سے ہے، سوائے ان کے جو اپنا گناہ آشکار کرتے ہیں۔“ (بخاری۔ کتاب الادب)

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ

”لَا يَزَالُ الْعَذَابُ مَكْشُوفًا عَنِ الْعِبَادِ لِمَا

اسْتَرُوا بِمَعاصِيَ اللَّهِ فَإِذَا أَعْلَنُوهَا اسْتَوْجِبُوا عَذَابَ النَّارِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمیشہ بندوں سے دور رہے گا، جب کہ وہ اللہ کی نافرمانیوں کو چھپائیں گے، پھر جب انہیں اعلانیہ کریں گے، تو عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔“

(الفردوس بجا ثور الخطاب۔ حدیث ۷۷۸۷)

اور اعلان پر ابھارنے والی چیزیں جرأت و جسارت و سرکشی و بے حیائی ہیں۔ اور مرض کا علاج، ضد سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ایسا شخص مجمع میں اپنی ندامت و پشیمانی ظاہر کرے گا، تو اس سے جو انکساری پیدا ہوگی، وہ اس سرکشی کی دوا ثابت ہوگی۔

اوپر ذکر کی گئیں اکثر صورتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ جن جن لوگوں کے سامنے اعلانیہ گناہ کیا، ان سب کے سامنے ہی اعلانیہ توبہ واقع ہونی چاہیے۔ لیکن مخفی نہیں کہ یہ امر توبہ کرنے والے نے، لئے انتہائی دشوار اور اسے حرج میں مبتلا کر دینے والا ہے اور بحکم قرآن، بندوں سے حرج کو دور کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس شخص پر ایسے مجمع میں توبہ کرنا لازم ہوگا کہ جو اس مجمع کے مشابہہ ہو کہ جس کے سامنے اعلانیہ گناہ کیا تھا۔ مثلاً سو کے سامنے گناہ کیا تھا، تو اتنی ہی یا تھوڑی بہت کم تعداد کے سامنے توبہ کرنی ہوگی۔ چنانچہ اگر کسی کو نے میں دو تین کے سامنے توبہ کر لی، تو یقیناً اس کی مشہوری، گناہ کی مشہوری کی طرح نہ ہوئی، چنانچہ اعلانیہ توبہ کے مذکورہ مقاصد پورے نہ ہوں گے۔ بلکہ غور کریں، تو جس مرض نے اعلانیہ گناہ پر ابھارا تھا یعنی تکبر و جرأت و سرکشی، وہی مرض اعلانیہ توبہ کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۴۱)



❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کے لئے نام اقدس کے ساتھ ”لفظِ میاں“ کا استعمال ممنوع

ہے۔“

چونکہ لفظ میاں تین معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(1) آقا۔ (2) شوہر۔ اور۔ (3) عورت اور مرد کے درمیان زناء کا دلال

اور ان میں سے دو آخری معانی، اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں، لہذا ایسے لفظ

کا استعمال کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۱۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”شرعی لحاظ سے جزیرہ عرب میں کسی کافر کو سال بھر سے زیادہ قیام

کی اجازت نہیں ہے۔“

یعنی حکم شرعی یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو ارض عرب کو وطن بنانے اور طویل قیام

کی اجازت نہ دی جائے گی۔ کیونکہ سید الانبیاء (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،

”لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ۔ یعنی جزیرہ عرب میں دو

دین جمع نہ ہوں گے۔“ (موطا امام مالک۔ کتاب الجامع)

فقہاء کرام نے مذکورہ طول قیام کی مدت، ایک سال مقرر فرمائی ہے۔

چنانچہ اگر کفار، ارض عرب میں داخل ہوں اور تجارت وغیرہ کرنا چاہیں، تو آئیں اور یہ

امور بجالا کر ایک سال کے اندر اندر چلے جائیں۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”درمختار“ میں ہے،

”يُمنعون من استيطان مكة والمدينة لانهما من ارض العرب  
قال رسول الله ﷺ لا يجتمع في ارض العرب دينان ولو دخل لتجارة  
جواز ولا يطيل۔ ان (كفار) كوكمة ومدينة كوكمة بنانے سے روکا جائے گا، کیونکہ یہ  
دونوں ارض عرب میں ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”ارض عرب میں  
دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔“ اگر یہ تجارت کے لئے داخل ہوں، تو جائز ہے، لیکن طویل  
مدت نہ رہیں۔“ (کتاب الجہاد۔ فصل فی الجزیہ)  
درمختار کی شرح ”ردالمحتار“ میں ہے،

”قوله لانهما من ارض العرب افاد ان الحكم غير مقصور  
على مكة والمدينة بل جزيرة العرب كلها كذلك كما عبر به في  
الفتح وغيره فيمنع من ان يطيل فيها المكث حتى يتخذ فيها مسكن  
لان حالهم في المقام في ارض العرب مع التزام الجزية كحالهم في  
غيرها بلا جزية وهنا لك لا يمنعون من التجارة بل من اطالة المقام  
فكذلك في ارض العرب شرح السيرة وظاهره ان حد الطول سنة۔

صاحب درمختار کا قول، ”لانهما من ارض العرب (یعنی کیونکہ یہ دونوں ارض  
عرب میں ہیں)“ اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ یہ حکم فقط مکہ و مدینہ تک ہی محدود نہیں  
ہے، بلکہ تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ فتح وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ لہذا  
ایسی طویل مدت وہاں ٹھہرنے سے منع کیا جائے کہ وہاں رہائش قائم کر لیں۔ کیونکہ ان  
کا جزیرہ عرب میں جزیرہ (ٹکس) کے ساتھ ٹھہرنا ایسا ہی ہے، جیسے دیگر مقام پر بلا جزیرہ

(نیکس) ٹھہریں۔ تو جب انہیں دوسرے مقامات پر تجارت سے منع نہ کیا جائے گا، ہاں طویل قیام سے روکا جائے، تو اسی طرح زمین عرب کا معاملہ ہے۔ شرح السیر۔ طاہر یہی ہے کہ طوالت مدت کی حد ایک سال ہے۔“ (کتاب الجہاد۔ فصل فی الجزیہ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مدینہ منورہ کو ”یَثْرِب“ کہنا ”نا جائز و ممنوع و گناہ“ ہے۔“

کیونکہ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ سید الانبیاء (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،

”مَنْ سَمِيَ الْمَدِينَةَ يَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللَّهَ هِيَ طَابَةُ هِيَ

طَابَةُ۔ یعنی جس نے مدینے کا نام یثرب رکھا، تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔“ (مسند امام احمد بن حنبل۔.....)

علامہ مناوی (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”فتسميتها بالك حرام لان الاستغفار انما هو عن خطيئة۔

یعنی مدینے کا یثرب کے ساتھ نام رکھنا حرام ہے، اس لئے کہ (استغفار کا حکم فرمایا گیا اور) استغفار، محض گناہ سے ہی ہوتی ہے۔“ (السیر شرح الجامع الصغیر)

اور علامہ ملا علی قاری (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”قد حكى عن بعض السلف تحريم تسمية المدينة بيثرب۔

یعنی بعض اسلاف سے حکایت کیا گیا ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنا حرام ہے۔“ (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ۔ کتاب الناسک)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (قدس سرہ) اس ممانعت کی علت عقلیہ اور قرآن میں ”لفظِ یثرب“ آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”رسول اللہ (ﷺ) نے اس کا نام مدینہ رکھا۔ اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا، جمع ہونا اور اس سے انس و محبت رکھنا ہے۔ اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے.. یا.. اس لئے کہ یثرب سے بنا ہے اور اس کا معنی ہلاکت اور فساد ہے اور یثرب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے.. یا.. اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر و سرکش بندے کا نام تھا۔

امام بخاری اپنی ”تاریخ“ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ”جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہہ دے، تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہیئے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے۔ قرآن مجید میں جو یثرب آیا ہے، وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے (یعنی منافقین کا قول حکایت کیا گیا ہے) کہ وہ لوگ یثرب سے مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے۔“ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ کتاب المناسک)

بعض اکابرین کے اشعار میں اس لفظ کے استعمال کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) بیان کرتے ہیں کہ

”بعض اشعار اکابر میں یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اس وقت انہوں نے اس حدیث و حکم پر اطلاع نہ پائی تھی، ہاں جو مطلع ہو کر کہے، اس

۱۔ قرآن پاک میں ہے، ”وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ - یعنی جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (سورہ ۳۳۔ آیت ۱۳)



کے لئے عذر نہیں۔“ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۱۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مسلمان کو کفار کی محافل اور میلوں میں شرکت کرنا ممنوع ہے۔“

☆ شفیع محشر (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں،

”مَنْ كَثُرَ سَوَادُ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ یعنی جو کسی قوم کی جماعت میں

اضافے کا سبب بنے، تو وہ انہیں میں سے ہے۔“ (کنز العمال۔ حدیث ۲۳۷۳۵)

☆ مزید ارشاد فرمایا،

”مَنْ جَامَعَ الْمَشْرُكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَانْهَ مَثْلُهُ۔ یعنی جو شخص کسی

مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ ٹھہرا، تو بے شک وہ اسی مشرک کی طرح

ہے۔“ (ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں،

”علماء فرماتے ہیں کہ ”مسلمان کو چاہیے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ ان

پر لعنت اترتی ہے۔ اور یہ بات خوب واضح ہے کہ ان کفار کا میلہ سیکڑوں کفر کی علامات

اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا اور یہ مسلمان انہیں منع کرنے اور برائی دور کرنے پر

قادر نہ ہوگا، تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے گونگا شیطان بن کر اور کفار کا تابع دار ہو کر مجمع

کفار میں رہنا پڑے گا۔ اور ان کے کفریات کو دیکھنے اور سننے میں مسلمان کی ذلت

ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۲۰)

اسی مسئلے کی روشنی میں بد مذہبوں کے اجتماعات اور عیسائیوں وغیرہ کی محافل

میں شرکت کا حکم بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کوئی نو مسلم، اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرے، تو اسے مسلمان مانا جائے گا، چاہے وہ اس پر گواہ نہ پیش کر سکے اور چاہے جس مقام پر ایمان لانے کے بارے میں اس نے اطلاع دی، وہاں تحقیق کرنے پر سارا معاملہ جھوٹ ہی ثابت ہوا ہو۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک ایسے شخص کے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ جسے بعض لوگ عیسائی کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ مسلمانوں سے اختلاط کی بناء پر کسی نے اسے روکا، تو اس نے کہا کہ میں فلاں مسجد میں ایک ماہ قبل ایمان لا چکا ہوں، لیکن جب تحقیق کی تو اس کا بیان بے ثبوت نکلا۔“

آپ نے ارشاد فرمایا،

”جب وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، تو اسے مسلمان ہی مانا جائے گا، جب تک اس سے کوئی کفر جدید ظاہر نہ ہو۔ اور ان تحقیقات کا کچھ اعتبار نہیں کہ ”نفی کی گواہی نامعتبر“ ہے اور کافر کا اقرار کرنا ہی اسے مسلمان ٹھہرانے کے لئے کافی ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۳۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”عمل کے مقبول ہونے کا مطلب اس پر ثواب کا ملنا اور مردود

ہونے کا معنی ثواب کا نہ ملنا ہے۔“

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”ردالمحتار“ میں ہے،

”القبول ترتب الغرض المطلوب من الشيء على الشيء

كترتب الثواب على الطاعة - یعنی قبول کا مطلب کسی شے سے مطلوب غرض کا

اس شے پر مترتب ہونا ہے۔ جیسے ثواب کا عبادت پر مترتب ہونا۔“

( کتاب الصلوة - باب صفة الصلوة )

اسی میں ہے،

”معنى الصلاة على النبي (ﷺ) قد ترد عدم اثابة العبد

عليها - یعنی سید الانبیاء (ﷺ) کی ذات اقدس پر صلوٰۃ کے مردود ہونے کا مفہوم یہ

ہے کہ بندے کو ثواب نہیں پہنچتا۔“ (ایضاً)

علامہ فخر الدین رازی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

”قال المتكلمون كل عمل يقبله الله تعالى فهو يثيب

صاحبها ويرضاه عنه والذي لا يثيبه عليه ولا يرضاه منه فهو المردود -

یعنی علماء متکلمین نے ارشاد فرمایا، ”ہر وہ عمل کہ جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، وہ وہ عمل

ہے کہ اللہ عز و جل اس کے مرتکب کو ثواب عطا فرماتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے

اور وہ عمل کہ جس کا ثواب اس کے مرتکب کو نہ پہنچائے اور اس سے راضی نہ ہو، تو وہ

مردود ہے۔“ (تفسیر کبیر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مسلمان کسی گناہِ کبیرہ کے ارتکاب پر کافر نہیں ہوتا۔“

شرح عقائد میں ہے،

”الكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الايمان ولا تدخله في

الكفر۔ یعنی گناہِ کبیرہ، بندہ مؤمن کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل نہیں کرتا۔“

(بحث الکبيرة)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دینی کاموں میں کافروں سے مدد طلب کرنا حرام ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ

الْمُؤْمِنِينَ جَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ۔ یعنی

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سواء اور جو ایسا کرے گا، اسے

اللہ سے کچھ علاقہ (یعنی تعلق) نہ رہا۔ (ال عمران۔ آیت ۲۸)

چنانچہ مسجد و مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں ان سے طلبِ امداد ممنوع ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ایسے دنیاوی علوم سیکھنا کہ جن کے باعث عقائدِ اسلام میں فساد اور دل

میں علمائے اسلام کی توہین پیدا ہو، حرام و ناجائز ہیں۔“

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،



”ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علماء دین کی

توہین دل میں آئے، انگریزی ہو، خواہ کچھ ہو، ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۲۴۴)

ہاں اگر مذکورہ فسادات کا خطرہ نہ ہو، تو حصول تعلیم میں حرج نہیں، جب کہ

ان کی وجہ سے فرض علم دین کی تحصیل میں کوتاہی لازم نہ آئے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا لفظ استعمال کرنا مثلاً ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“

مناسب نہیں، لیکن اگر کیا جائے، تو کفر و شرک نہیں۔“

چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لئے ایسے الفاظ

استعمال کئے جائیں کہ جن سے اس کی وحدانیت کی جانب اشارہ ہوتا ہو۔ لیکن اگر کوئی

جمع کا صیغہ استعمال کرے، تو یہ کفر و شرک نہیں کہ قرآن کریم میں بارہا جمع کے الفاظ

استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ یعنی بے شک ہم

نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“ (پ ۱۴۔ النجر۔ ۹)

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۴۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”یزید بعض علماء کے نزدیک کافر ہے۔“

یزید کے بارے میں ائمہ اسلام کے تین قول ہیں۔

﴿1﴾ امام احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک کافر ہے۔ اس صورت میں اس کی بخشش نہ ہوگی۔

﴿2﴾ امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ اسے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ اس صورت میں اس کی بالآخر اس کی بخشش ضرور ہوگی۔

﴿3﴾ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس معاملے میں سکوت فرماتے ہیں۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۸۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور آسمانوں اور زمینوں میں تصرف فرماتے ہیں۔“

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ  
فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ یعنی بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کے جسموں کا کھانا حرام فرمادیا ہے، پس اللہ عزوجل کے نبی زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔“ (ابن ماجہ۔ کتاب ما جاء فی الجنائز)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”أَذِنَ الْأَنْبِيَاءُ أَنْ يَخْرُجُوا مِنْ قُبُورِهِمْ وَيَتَصَرَّفُوا فِي مَلَكُوتِ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - یعنی انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبور سے باہر تشریف لانے اور آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی میں تصرف فرمانے کی اجازت دی گئی ہے۔“

(الحاوی للفتاوی)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”تمام انبیاء (علیہم السلام) احتلام سے محفوظ و مامون رہے ہیں۔“

چونکہ احتلام عموماً شیطان کی مداخلت کی بناء پر ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) کو شیطان کی ہر قسم کی مکاریوں سے محفوظ فرمایا ہوا ہے، لہذا ان سے احتلام متصور نہیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے منقول ہے کہ

”مَا احْتَلَمَ نَبِيٌّ قَطُّ وَانَّمَا الْاِحْتِلَامُ مِنَ الشَّيْطَانِ - یعنی کبھی کسی نبی

(علیہ السلام) کو احتلام نہیں ہوا، (کیونکہ) احتلام تو محض شیطان کی (مداخلت کی) وجہ سے ہوتا ہے۔“ (المعجم الکبیر - حدیث ۱۱۵۶۳)

اور اللہ عز و جل کا فرمان ہے،

”إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ ط وَكَفَى

بِرَبِّكَ وَكِيلًا - بے شک جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا

رب کام بنانے کو کافی ہے۔“ (پ ۱۵ - بنی اسرائیل - ۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اولاد کے بالغ ہو جانے کے بعد ان کی شادی میں بلا عذر روک دیر کرنے

پر، اولاد سے سرزد ہونے والے ہر گناہ کا وبال باپ پر بھی پڑے گا۔“

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

ارشاد فرمایا،

”مَنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اسْمَهُ وَأَدِّبْهُ فَإِذَا بَلَغَ

فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا ثَمُّهُ عَلَى

أَبِيهِ۔ یعنی جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو، تو اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے

آداب سکھائے۔ پھر جب وہ بالغ ہو تو چاہیے کہ اس کی شادی کر دے۔ کیونکہ اگر وہ

بالغ ہوا اور اس نے اس کی شادی نہ کی اور پھر اولاد سے کوئی گناہ صادر ہوا، تو اس کا

وبال اس کے باپ پر بھی ہوگا۔“ (شعب الایمان - حدیث ۸۶۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر گناہ کے فوراً بعد کوئی نیکی کر لی جائے، تو یہ نیکی اس گناہ کے کفارے

کا سبب بن جاتی ہے۔“

جیسا کہ حضرت ابو ذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

مجھے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

”إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاتَّبِعْهَا حَسَنَةً تَمْحُهَا قَالَ قُلْتُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنَ الْحَسَنَاتِ لِأَلَا اللَّهُ قَالَ هِيَ أَفْضَلُ

الْحَسَنَاتِ۔ یعنی جب تجھ سے کوئی برا عمل سرزد ہو جائے، پھر تو اس کے بعد کوئی



نیک کام کر لے، تو یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔“ میں نے عرض کی، ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا لا الہ الا اللہ کہنا نیکیوں میں سے ہے؟“... فرمایا، ”یہ تو نیکیوں میں سے افضل ترین ہے۔“ (مسند امام احمد بن حنبل - مسند الانصار)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حضرت مجنون (رحمہ اللہ تعالیٰ)، اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) میں سے تھے۔“

حضرت جنید بغدادی (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللہ تعالیٰ ستر شانہ

بجنونہ بلیلی۔ یعنی بے شک مجنون بنی عامر اولیائے کرام میں سے تھے، آپ نے لیلیٰ کے سبب اپنے جنون کے ذریعے، اپنے معاملے کو چھپایا ہوا تھا۔“  
(فتاویٰ رضویہ (جدید) بحوالہ زرقانی شرح مواہب - جلد ۱۵ - صفحہ ۳۰۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں یعنی ہر عقیدہ بمع دلیل معلوم ہونا

ضروری ہے، بلا دلیل کسی عقیدے کو قبول نہ کیا جائے گا۔“

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح فقہی مسائل کے ثبوت کے لئے چار

دلائل ”یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس“ میں سے کوئی دلیل درکار ہوتی

ہے۔ اسی طرح باب عقائد میں بھی درج ذیل چار دلائل میں سے کوئی ایک بطور دلیل

پیش کرنا ضروری ہے۔

(۱) قرآن۔۔۔۔۔ (۲) سنت۔۔۔۔۔

(۳) سوادِ اعظم (یعنی بڑی جماعت)۔ (۴) عقل صحیح۔

اب جو کوئی ان میں سے کسی ایک ذریعہ سے مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، تو کہا جائے گا کہ وہ دلیل سے مسئلہ جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلید کے طور پر۔

ہر دور میں اہل سنت و جماعت ہی سوادِ اعظم رہے ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل تاقیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ چنانچہ عوام بلکہ ہر ایک کے لئے جواب طلب دلیل مسئلہ عقائد میں یوں کہنا درست ہے کہ یہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ ان کا حوالہ دراصل دلیل پر ہی حوالہ ہے، نہ کہ تقلید۔

یوں ہی اس معاملے میں علماء کرام کے اقوال کو بطور سند پیش کرنا بھی فقط اس وجہ سے ہے کہ مذہبِ اہل سنت کے لئے باعثِ تقویت ہیں، نہ یہ کہ انہیں عقائد کے لئے مستقل دلیل مانا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک دودس بیس علماء کبار ہی سہی، اگر جمہور سوادِ اعظم کے خلاف لکھیں، تو اس وقت نہ ان کے اقوال پر اعتماد جائز، نہ انہیں بطور سند پیش کیا جاسکتا ہے کہ اب یہ تقلید محض ہوگی اور بابِ عقائد میں تقلید جائز نہیں۔

اور سوادِ اعظم کی ہدایت، اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (ﷺ) کی کمال رحمت ہے۔ کیونکہ ہر شخص اس بات پر کہاں قادر تھا کہ اپنا عقیدہ، کتاب و سنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود سمعیات میں کافی نہیں، لامحالہ معاملہ عقائد میں عوام کو تقلید کرنی پڑتی، چنانچہ یہ واضح و روشن دلیل عطا فرمادی کہ سوادِ اعظم مسلمین، جس عقیدہ پر ہوں، وہی حق ہے۔ اس کی پہچان میں کوئی دشواری نہیں۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے

مبارک میں تو کوئی بد مذہب تھا ہی نہیں، بعد میں جو بھی پیدا ہوئے، دنیا بھر کے ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہ پہنچ سکے۔ اللہ الحمد۔

جس طرح فقہ میں اجماع، قوی ترین دلیل ہے کہ اس کی مخالفت کرنے کا مذکور بھی اختیار نہیں، اگرچہ اس کی رائے کے مطابق قرآن و سنت میں اس کے خلاف ہم موجود ہو، کیونکہ اس وقت یہی کہا جائے گا کہ یہ اس کے فہم کی خطا ہے.. یا.. یہ حکم سوخ ہو چکا ہے، اگرچہ مجتہد کو اس کا نسخ نہ معلوم ہو، اسی طرح اجماع امت، ایک لیم شے ہے۔ سوادِ اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق، یہاں قوی ترین دلیل ہے۔ چنانچہ اگر قرآن و سنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے، تو فہم کی خطا ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے۔ یہ گنتی کے چند جملے ہیں، مگر بحمدہ تعالیٰ بہت نافع ہو دہند ہیں۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۲۲)

﴿کیا آپ کو معلوم ہے کہ﴾

”استیحاء خانے میں ایسی انگٹھی.. یا.. کاغذ لے جانا مکروہ ہے کہ جس پر اللہ عزوجل کا نام مبارک یا قرآن پاک کی آیت وغیرہ درج ہو۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں،

”حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگٹھی ہو، جس پر قرآن پاک میں سے کچھ کلمات.. یا.. متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک.. یا.. قرآن کریم کا نام.. یا.. اسمائے انبیاء (علیہم السلام) لکھے ہوں، تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء جائے، تو اپنے ہاتھ سے انگٹھی اتار کر باہر رکھ لے کہ افضل یہی ہے.. اور.. اگر

اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی بجا نہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی (قدس سرہ) لکھتے ہیں؛

”یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفي اصبعة خاتم فيه شيء من القرآن او من اسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظیم وقيل لا يكره ان جعل فمه الى باطن الكف ولو كان مافيه شيء من القرآن او من اسمائه تعالى في جيبه لا بأس به وكذا لو كان ملفوفاً في شيء والتحرز اولیٰ۔ یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے، جب کہ اس کی انگلی میں ایسی انگلی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ کلمات... یا.. اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم مبارک لکھا ہوا ہو، کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہو، تو مکروہ نہیں۔ اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز ہو، جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ... یا.. اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہو، تو حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہوں، تو بھی حرج نہیں، لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔“ (غنیۃ المستملیٰ - سنن الفضل)

مراتی الفلاح میں ہے،

”یکرہ دخول الخلاء ومعہ شيء مكتوب فيه اسم الله او قرآن۔ یعنی جس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو، تو اس کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ



ہے۔“ (فصل فی الاستنجاء)

علامہ طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس کے حاشے میں فرمایا،

”لما روی ابو داؤد والترمذی عن انس رضی اللہ عنہ قال

کان رسول اللہ (ﷺ) اذا دخل الخلاء نزع خاتمه ای لان نقشہ

محمد رسول اللہ۔ یعنی کیونکہ امام ابو داؤد اور امام ترمذی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ ”رسول اللہ (ﷺ) بیت الخلاء

جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے، کیونکہ اس میں ”محمد رسول اللہ“ منقش تھا۔“ (حاشیہ الطحاوی

مع مراقی الفلاح۔ فصل فی الاستنجاء) (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۵۸۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ہڈیاں، جنوں کی اور ہمارے جانوروں کی مینگنیاں، ان کے جانوروں

کی خوراک ہیں۔“

مروی ہے کہ جنوں کا وفد بارگاہ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوا اور اپنے

جانوروں کے لئے خوراک طلب کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا،

”لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرَ اسْمِ اللّٰهِ يَقَعُ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَوْ فَرَمَا

يَكُوْنُ لِحِمَاوِ كُلِّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِّدَوَابِّكُمْ۔ یعنی تمہارے لئے ہر وہ ہڈی ہے

جس پر اللہ عز و جل کا نام مبارک، ذکر کیا جائے یعنی حلال ذبح شدہ جانور کی ہڈی، وہ

تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی، جیسی اس وقت تھی، جب اس پر گوشت پورا اور

کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے جانور کے لئے

چارہ ہے۔“

اس کے بعد انسانوں سے ارشاد فرمایا،

”فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامٌ إِخْوَانِكُمْ۔ یعنی ہڈی اور میٹنی

سے استنجاء نہ کرو، کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔“ (مسلم۔ باب الحجۃ بالقرآن....)

﴿ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”عبادت کی چار قسمیں ہیں۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”اولاً عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

(i) مقصودہ۔ (ii) غیر مقصودہ۔

﴿1﴾ مقصودہ:-

وہ عبادت ہے، جو خود مستقل قربت ہو، کسی دوسری قربت کے لئے محض بطور

وسیلہ مقرر نہ ہوئی ہو۔ جیسے نماز....

﴿2﴾ غیر مقصودہ:-

وہ عبادت ہے، جو خود مستقل قربت نہ ہو، بلکہ کسی دوسری قربت کے لئے

محض بطور وسیلہ مقرر ہوئی ہو۔ جیسے مسجد میں داخل ہونا....

پھر ان میں سے ہر قسم میں سے بعض میں طہارت یعنی وضو و غسل یا فقط وضو

یا فقط غسل، شرط ہے اور بعض میں اس کی شرط نہیں۔ اس طرح عبادات کی چار قسمیں

ہو گئیں۔

- (i) مقصودہ مشروطہ۔  
(ii) مقصودہ غیر مشروطہ۔  
(iii) غیر مقصودہ مشروطہ۔  
(iv) غیر مقصودہ غیر مشروطہ۔

اور ان کی تعریفات درج ذیل ہوں گی۔

### (1) مقصودہ مشروطہ:-

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ نہ ہو اور اس میں طہارت شرط قرار دی گئی ہو۔ جیسے نماز و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور ان سب کے لئے وضو و غسل دونوں ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ زبانی، بغیر چھوئے قرآن پاک پڑھنا کہ اس کے لئے فقط غسل شرط ہے، با وضو ہونا ضروری نہیں۔

### (2) مقصودہ غیر مشروطہ:-

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ نہ ہو اور اس میں طہارت شرط قرار نہ دی گئی ہو۔ چاہے وضو و غسل دونوں ضروری نہ ہوں، جیسے اسلام لانا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا.. یا.. فقط با وضو ہونا ضروری نہ ہو، جیسے بغیر چھوئے قرآن پاک پڑھنا۔

اس مثال سے ظاہر ہوا کہ بغیر چھوئے قرآن پڑھنا، بے غسل شخص کے اعتبار سے قسم اول میں شامل ہے اور بے وضو انسان کے لحاظ سے قسم ثانی میں۔

### (3) غیر مقصودہ مشروطہ:-

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت نہ ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ ہو

اور اس میں طہارت شرط قرار دی گئی ہو۔ چاہے وضو و غسل دونوں شرط ہوں، جیسے قرآن پاک کا چھونا.. یا.. صرف غسل شرط ہو، وضو ضروری نہ ہو، جیسے مسجد میں داخل ہونا کہ اس کے لئے غسل لازم ہے، وضو ضروری نہیں۔

(4) غیر مقصودہ غیر مشروطہ:-

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت نہ ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ ہو اور اس میں طہارت شرط قرار نہ دی گئی ہو۔ جیسے اذان و اقامت کہنا۔ کہ جنب و بے وضو دونوں دے سکتے ہیں، اگرچہ جنب کی اقامت زیادہ مکروہ ہے۔ اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ دخول مسجد، جنب کے لحاظ سے قسم سوم میں داخل ہے اور بے وضو شخص کے اعتبار سے قسم چہارم میں شامل۔“

**نوٹ:-**

پانی نہ ہونے کی صورت میں چاروں قسموں کے لئے تیمم جائز ہے۔ لیکن نماز صرف اس تیمم سے ہو سکے گی کہ جو یا تو مطلقاً طہارت کی نیت سے کیا گیا ہو.. یا.. بے وضو یا بے غسلے پن کو دور کرنے کی نیت سے.. اور یا.. خاص قسم اول کی نیت سے۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۳۔ صفحہ ۵۵۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”تبلیغ دین کی غرض سے سفر پر جانے کی صورت میں، بھیجنے والوں سے سواری اور راستے کا خرچ طلب کیا جاسکتا ہے۔“



امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں،

”جو بغیر سواری نہ جاسکے، اس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یونہی خرچ راہ

بھی لے سکتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۱۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”بعض صورتوں میں فرشتے انسانوں سے اور بعض میں انسان فرشتوں

سے افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”انسانوں میں سے رسل، فرشتوں کے رسولوں سے اعلیٰ ہیں۔ اور فرشتوں

کے رسول ہمارے اولیاء کرام سے افضل ہیں۔ ہمارے اولیاء، عام فرشتوں یعنی غیر

رسل سے اعلیٰ ہیں، جب کہ عام ملائکہ ہمارے فساق و فجار سے افضل ہیں۔“

عام مؤمنین میں سے جس میں صفت ملکوتی غالب ہوئی، وہ کروڑوں ملائکہ

سے افضل ہوگا۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۷۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”میدان محشر کا میزان، تولنے کے اعتبار سے دنیاوی ترازو کا عکس ہوگا۔“

یعنی دنیاوی ترازو میں وزن دار پلڑا نیچے جھک جاتا ہے، جب کہ ہلکا اوپر کی

جانب اٹھتا ہے۔ لیکن بروز قیامت جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی، اس کا نیکیوں کا پلڑا

اوپر کی جانب اٹھے گا، جب کہ کم ہونے کی صورت میں نیچے کی جانب جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ“

یعنی اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے، وہ اسے بلند کرتا ہے۔“

(پ ۲۲- فاطر- ۱۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”سید الکونین (ﷺ) کا نام اقدس سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں

سے لگانا، مستحب ہے، لیکن بعض مواقع میں ایسا نہ کیا جائے۔“

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) انگوٹھے چومنے کے جواز کے

بارے میں دریافت کئے گئے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں،

”جائز بلکہ مستحب ہے، جب کہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو۔ مثلاً حالت خطبہ

میں.. یا.. جس وقت قرآن مجید سن رہا ہو.. یا.. نماز پڑھ رہا ہو.. ایسی حالتوں میں

اجازت نہیں، باقی سب اوقات میں جائز، بلکہ مستحب ہے، جب کہ بنیت تعظیم و محبت

ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۱۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”بیعت کے قابل پیر میں چار شرائط کا ہونا ضروری ہے۔“

بیعت ہونے سے قبل یہ اطمینان کر لینا بے حد ضروری ہے کہ منتخب شخص چار

شرائط کا حامل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھی شرط کم ہوئی تو اس سے

بیعت جیسا کہ عموماً ختم شریف پڑھتے وقت ”ماکان محمد اباحد“ سن کر یہ فعل کیا جاتا ہے۔ (۱۲/۱)

بیعت جائز نہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

(1) اس کے عقائد بالکل درست ہوں یعنی ان ہی عقائد کا قائل ہو،

جواہل سنت و جماعت کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں۔

(2) اس کے پاس فقہ کا اتنا علم ہونا چاہیے کہ اپنی ضرورت کے تمام مسائل

جانتا ہو، بلکہ اگر کوئی حاجت جدید پیش آئے، تو اس کا حکم خود کتاب سے نکال سکے۔

(3) اس کا سلسلہ، رحمت کونین (ﷺ) تک متصل ہو۔ یعنی سردارِ انبیاء

(ﷺ) سے لے کر اس تک، سلسلے کے تمام بزرگوں کا ثبوت ہو، درمیان سے کوئی

غائب نہ ہو۔

(4) اعلانیہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب اور صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔

یعنی اعلانیہ طور پر کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا نظر نہ آئے اور اگر اس سے صغیرہ سرزد ہو

تو فوراً توبہ کی جانب مائل ہو جائے، مثال مثول سے کام لیتے ہوئے اس کا مزید

ارتکاب نہ کرے، تو قابل بیعت رہے گا۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱۴)

خیال رہے کہ اگر کسی نے ایسے شخص سے بیعت کر لی کہ جو ان شرائط کا جامع

نہ ہو، تو اس سے بیعت توڑ کر جامع شرائط رہنما کو تلاش کرنا چاہیے۔

۱۔ مشورۃ عرض ہے کہ اس سلسلے میں امیر دعوتِ اسلامی، حضرت مولانا محمد الیاس قادری ضیائی مدظلہ

العالی کا انتخاب سعادت مندی کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرواتے

ہیں۔ بلا مبالغہ آپ کا شمار پندرہویں صدی ہجری کی عظیم ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کی کرامات کا

ظہور دیکھنا مطلوب ہو، تو آپ سے وابستہ ان ہزار ہا نو جوانوں پر سرسری نگاہ ڈال لینا کافی ہے کہ جو آپ

کی صحبت پاکیزہ کی برکت سے سرتاپا باعمل و باکردار بن کر، دوسروں کے لئے راہِ جنت آسان کرنے

میں رات دن مصروفِ عمل ہیں۔ (۱۲۱ منہ)

(کیا آپ کو معلوم ہے؟)

﴿84﴾

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مذکورہ شرائط کے حامل پیر کی بیعت کے لئے بالغ شخص کو والدین اور زوجہ کو شوہر کی اجازت ضروری نہیں، نیز بذریعہ قاصد و خط بھی بیعت ہوا جاسکتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

جو پیر سنی صحیح العقیدہ عالم غیر فاسق ہو اور اس کا سلسلہ آخر تک متصل ہو، اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے والدین، خواہ شوہر کسی کی اجازت کی حاجت نہیں۔“

مزید فرمایا،

”بذریعہ خط بیعت ہو سکتی ہے۔“

اور فرمایا،

”بذریعہ قاصد مرید ہو سکتا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۶۵-۱۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”استنجا کے لئے نشو پیر کا استعمال مکروہ اور سنتِ نصاریٰ ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

”کاغذ سے استنجا سنتِ نصاریٰ اور شرعاً منع ہے، جب کہ قابل کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو، تو بلا ضرورت، عیسائیوں کی سنت سے بچنا ضروری ہے۔

ردالمحتار میں ہے،



”کرہ تحریم ابشیء محترم یدخل فیہ الورق قیل انه ورق الكتابة وقیل ورق الشجرة وایهما کان فانه مکروه ورق الكتابة له احترام لکونه الة لكتابة العلم ولذا علله فی تاترخانیة بان تعظیمه من ادب الدین واذا كانت العلة کونه آلة للكتابة یؤخذ منها عدم الکراهة فیما لا یصلح لها اذا کان قالعاللنجاسة غیر متقوم کما قدمنا من جوازه بالخرق البوالی۔ یعنی کسی قابل احترام شے کے ساتھ استنجاء کرنا مکروه تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا کہ درخت کا پتا ہے۔ ان میں سے جو بھی مکروه ہے۔ کتابت کا کاغذ اس لئے قابل عزت ہے کہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے۔ اسی لئے تاترخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی علت آداب دین سے ہے اور جب اس کی علت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو، تو اس کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں، جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔“ (فصل الاستنجاء،) ہاں اگر استنجاء کے لئے دوسری کوئی چیز میسر نہ آ سکے، تو اس سے بھی طہارت ہو جائے گی۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۶۰۳)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کوئی شخص زوجہ سے قربت کر کے بغیر نہائے سویا اور آنکھ کھلنے پر فجر کا وقت تنگ پایا، تو تیمم کر کے نماز پڑھے، صرف ستر دھو کر نماز پڑھ لینا حرام

ہے، پھر نہا کر طلوع آفتاب (یعنی سورج نکلنے کے ۲۰ منٹ) کے بعد اس کو دوبارہ لوٹائے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے دریافت کیا گیا،

”ایک شخص اپنی زوجہ سے صحبت کر کے سو گیا، اب اس کی آنکھ ایسے وقت کھلی جب کہ وقت نماز فجر بہت تنگ ہو گیا کہ اگر غسل کرے، تو نماز قضا ہو جائے گی، ایسی صورت میں صرف ستر (یعنی ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ) دھو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟... اگر بلا غسل نماز جائز نہیں، تو کس وجہ سے، جب کہ زوجہ سے صحبت کرنا حلال ہے؟...

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

”جب کہ وقت تنگ ہو، تو نجاست دھو کر تیمم کر کے نماز پڑھ لے، پھر نہا کر بعد طلوع آفتاب، اس کا اعادہ کرے۔ اور زوجہ سے صحبت جائز ہونے سے غسل معاف ہونے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تین صورتیں ہیں۔

(۱) اگر ایسا وقت تنگ تھا کہ صحبت کے بعد غسل کا وقت ہی نہ ملے گا، تو ایسی صورت میں تو جماع کرنا ہی حرام تھا کہ جان بوجھ کر نماز فوت کرنا لازم آتا ہے۔ اور عورت کا ”زوجہ ہونے“ سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہر وقت صحبت جائز ہو جائے۔ مثلاً نماز واعتکاف میں، حالتِ روزہ و احرام میں اور حیض و نفاس وغیرہ میں، ایسی بہت سی صورتیں ہیں کہ منکوحہ سے صحبت حرام ہے۔

(۲) اور اگر ایسا وقت تھا کہ غسل و نماز کے لئے کافی تھا، مگر صبح ہو چکی تھی یا

ہونے کے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو کر آنکھ نہ کھلے گی، تو صحبت جائز تھی، لیکن سونا حرام۔

(3) اور اگر سونے کے لئے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی، تو صحبت اور سونا دونوں حلال اور گناہ معاف۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتقریب ۱۔ جلد ۳۔ صفحہ ۳۰۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”نجومیوں کو ہاتھ دکھا کر تقدیر کا اچھایا برا دریافت کرنا کبھی جائز، کبھی گناہ کبیرہ، کبھی مکروہ و حماقت اور کبھی کفر ہے۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ اگر ان کو ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا معلوم کرنا بطور اعتقاد ہو یعنی یہ جو بتائیں گے، حق ہوگا، تو کفر خالص ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا،

”فَقَدْ كَفَرَ بِمَا نَزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یعنی بے شک اس نے

اس کا انکار کیا کہ جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔“

(ترمذی۔ کتاب الطہارت۔ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الجانف)

☆ اور اگر بطور اعتقاد نہ ہو، بلکہ فقط میل و رغبت کی بناء پر ہو، تو گناہ کبیرہ

ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا،

”لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَوةَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ چالیس

دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔“ (ترمذی۔ کتاب الاثر)

☆ اور اگر اس دریافت کرنے سے مقصود، اس کے ساتھ مذاق و استہزاء ہے، تو ایک بے کار کام، مکروہ اور حماقت ہے۔

☆ ہاں اگر اسے عاجز کرنا مقصود ہو، تو حرج نہیں۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۵۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ضحوہ کبریٰ (یعنی زوال کا وقت) نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح اور مغرب کے وقت کو جمع کر کے ان کا نصف کر لیں، پھر اس میں چھ گھنٹے جمع کر دیں، یہی زوال کا وقت ہے۔“

مثلاً صبح کا وقت ۵ بج کر ۱۵ منٹ (5:15) اور غروب آفتاب کا وقت چھ بج کر ۱۵ منٹ (6:15) ہے۔ دونوں کو جمع کیا، تو ساڑھے گیارہ (11:30) ہوا۔ نصف کرنے پر پونے چھ (5:45) آیا۔ اس میں چھ جمع کئے، تو زوال کا وقت پونے بارہ (11:45) حاصل ہوا۔

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”جس دن کا ضحوہ کبریٰ نکالنا منظور ہو، اس دن کے وقت صبح و وقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں، یہ وقت ضحوہ کبریٰ ہوگا۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۱۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر اولادِ رسول (ﷺ) میں سے کسی کا ایمان سلامت ہے، تو اعمال



چاہے کیسے ہی ہوں، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کے کسی گناہ پر کوئی مواخذہ نہ فرمائے گا۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”سلامتِ ایمان کے ساتھ اعمال چاہے کیسے ہی ہوں، اللہ عز و جل کے کرم سے امید واثق یہ ہی ہے کہ جو اس کے علم میں سید ہیں، ان سے اصلاً کسی گناہ پر کوئی مواخذہ نہ فرمائے گا۔ حدیث میں ہے،

”إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللَّهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى

النَّارِ۔ یعنی بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت فرمائی، پس اللہ عز و جل نے

اسے اور اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرمادیا ہے۔“ (رواہ البزاز والطبرانی فی الکبیر)

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱۸)

تنبیہ خاص:-

مخفی نہ رہے کہ قابلِ گرفت اعمال سے صرفِ نظر فقط اسی صورت میں ہے کہ جب دنیا سے حالتِ ایمان میں رخصتی نصیب ہوئی ہو، چنانچہ اگر خدا نخواستہ زبان سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہو گیا اور توبہ کی توفیق حاصل نہ ہو سکی.. یا.. ارتکابِ کبیرہ پر اصرار جاری رہا، جس کے باعث ایمان سلب ہو گیا، تو ان صورتوں میں مذکورہ انعام خصوصی سے حصہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جس مقام پر فرائضِ دینیہ کی ادائیگی ممکن نہ رہے، وہاں سے

ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔“

یعنی اگر کوئی مسلمان عاقل و بالغ ہو اور کسی جگہ، کسی بھی عذر کی بناء پر فرائض دینیہ کی ادائیگی سے مجبور ہو جائے، تو اسے اس جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر مکان میں معذوری ہو، تو مکان بدلے، محلے میں ہو، تو محلہ اور بستی میں عذر ہو، تو دوسری بستی میں جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا

فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ

تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا قَالُوا لَكَ مَاؤُهُمْ

جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ☆ وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں، اس

حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ ان سے فرشتے کہتے ہیں، تم کا ہے میں تھے

کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس

میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ (ترجمہ

کنز الایمان - پ ۵ - النساء ۹۷)

اس آیت کے تحت ”تفسیر مدارک التزیل“ میں ہے،

”یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرنے والی ہے کہ جب کوئی شخص کسی

شہر میں اس طرح اقامت دین پر قادر و متمکن نہیں، جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا

ہے کہ دوسرے شہر میں اقامت پر قادر ہو جائے گا، تو اس پر اس مقام کی طرف ہجرت

کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ ”مَنْ فَرَّ بِدِينِهِ مِنْ أَرْضٍ وَإِنْ كَانَ شَبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ اسْتَوْجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكَانَ رَفِيقَ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ وَنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ یعنی جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ سے بھاگا، خواہ وہ زمین کی ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو، اس کے لئے جنت لازم ہو جاتی ہے اور وہ (جنت میں) اپنے جدا مجد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور اپنے نبی (ﷺ) کا پڑوسی ہوگا۔“ (جلداول۔ صفحہ ۲۸۶)

ہاں اگر کوئی حقیقتہً مجبور ہے جیسے بچے اور عورتیں یا کوئی مرد کہ ہجرت کرنے پر کسی کی جانب سے ظلم شدید کا اندیشہ ہے، تو وہ مجبور ہے۔  
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ☆ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا۔ مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں۔ تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا ہے۔ (النساء، ۹۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”امیر شریعت... یا.. امیر اسلام، فقہائے کرام ہوتے ہیں... یا.. خلیفہ۔“  
اس کی وضاحت ”اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی تحقیقات جمیلہ کی روشنی

میں“ اس طرح ہے کہ امیر شریعت یا امیر اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اختیاری۔ (۲) قہری۔

### ﴿1﴾ اختیاری:-

اختیاری وہ ہوتا ہے، جو کسی پر اپنے احکام کو نافذ کرنے میں جبر و قہر کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس کا کام فقط احکام شرع بتا دینا ہے، انہیں تسلیم کرنا، نہ کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ یہ امیر شریعت، فقہائے اسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (پ ۵۔ النساء۔ ۵۹)۔

اصح قول کے مطابق ”اولی الامر منکم“ یعنی حکومت والوں سے مراد فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ہیں۔ جیسا کہ اللہ عز و جل کا فرمان عظمت نشان ہے،

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ

يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔ اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی

ہے، (تو) اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی

طرف رجوع لاتے، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے، یہ جو بعد میں



کاوش کرتے ہیں۔“ (پ ۵۔ النساء۔ ۸۳)

اگر سلطان اسلام نہ ہو، تو لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے امورِ دینیہ کے سلسلے میں ان علماء کی جانب رجوع کریں۔ کیونکہ بعض ایسے امور کہ جو دالی اسلام یا قاضی کے سپرد ہوتے ہیں، ان میں بھی تا حد ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل ہوتی ہے، جیسے عنین، نكح نافذ کرنا اور لڑکا لڑکی کو بالغ ہو جانے کے بعد حاصل ہونے والے اختیار کا معاملہ وغیرہ۔ ہاں انہیں حدود و تعزیر و قصاص کا اختیار نہیں ہوتا، ان کے نفاذ کا اختیار صرف حاکم اسلام کو ہے۔

حدیقہ ندیہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالے سے ہے،

”فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر با تبع علمائہ

فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استورا اقرع بینهم۔ یعنی جب ایک پر اتفاق دشوار ہو، تو ہر علاقے کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کر لیں۔ پس اگر علماء کثیر ہوں، تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے۔ اگر وہ علم میں برابر ہوں، تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لی جائے۔“ (النوع الثالث من انواع العلوم الثلاث)

اس امیر شرعی کا انتخاب کسی کی رائے پر موقوف نہیں، بلکہ بابتخابِ الہی یہ خود ہی منتخب ہے۔ دیانت و فقاہت میں اس کا یکتا ہونا، خود ہی اسے متعین کر دے گا، یہاں تک کہ اگر لوگ اس کے غیر کو منتخب کریں، تو خطا کریں گے۔ لوگوں پر اس کا اتباع لازم ہے۔

﴿2﴾ قہری:-

اس کے ذمہ وہ کام ہوتے ہیں کہ بغیر جبر و قہر و تسلط کے ان کا انجام پانا مشکل ہے۔ جیسے حدود و تعزیرات و قصاص اور عشر و خراج وصول کرنا وغیرہ۔ اس کا انتخاب دو صورتوں پر موقوف ہوتا ہے۔

- (1) اہل حل و عقد (یعنی معاملات کو سلجھانے، سمیٹنے کی صلاحیت رکھنے والے) کسی جامع شرائط کو منتخب کریں۔ جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتخاب۔
- (2) جس کا مذکورہ طریقے سے انتخاب ہو چکا ہو، وہ کسی دوسرے کے لئے وصیت کرے۔ جیسے حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے وصیت کرنا۔

اسی کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور بلا وجہ شرعی اس کا انکار ممنوع ہوتا ہے۔ اگر اسے تمام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے، تو ”خلیفہ وامیر المؤمنین“ کہلاتا ہے۔ اس کے لئے سات شرطیں ہیں۔

(1) مسلمان ہونا۔ (2) آزاد ہونا۔ (3) مرد ہونا۔

(4) صاحب عقل ہونا۔ (5) بالغ ہونا۔

(6) قدرت رکھنے والا ہونا۔ (7) قریشی ہونا۔

علامہ امام قاسم حنفی تلمیذ امام ابن الہمام (قدس سرہما) لکھتے ہیں،

اما عندنا فالشروط انواع بعضها لازم لا تنعقد بدونه وهي

الاسلام والذكورة والحرية والعقل والبلوغ واصل الشجاعة وان

يكون قرشياً۔ بہر حال ہمارے نزدیک خلافت کی شرائط چند قسم کی ہیں۔ ان میں

سے بعض ایسی لازم ہیں کہ جن بغیر خلافت منعقد نہیں سکتی۔ اور وہ ”اسلام، مرد ہونا، آزادی، عقل، بلوغ، اصل شجاعت اور اس کا قریشی ہونا“ ہیں۔“ (تعلیقات مساریع - شروط الامام) (مخلص از فتاویٰ رضویہ (جدید) - جلد ۱۴ - صفحہ ۱۶۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”موزے پہنے ہوں، تو وضو کے لئے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، فقط ان پر مسح کافی ہے۔“  
لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں۔

(1) موزے چمڑے کے ہوں.. یا.. صرف تلاء چمڑے کا ہو اور باقی کسی موٹی چیز کے ہوں۔ جیسے ریگزین وغیرہا۔

(2) موزے ایسے ہوں کہ جن کو پہن کر ایرٹھی نہ کھلی رہے۔ ٹخنوں تک ہونا ضروری نہیں، اگر ان سے ایک انگل کم ہوں، تب بھی مسح درست ہے۔

(3) موزہ پاؤں سے چمٹا ہوا ہو کہ اس کو پہن کر خوب آسانی سے چل پھر سکیں۔

(4) کم از کم پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں۔

(5) موزے، نہ حالت جنابت میں پہنے ہوں، نہ پہننے کے بعد جنابت

طاری ہوئی ہو... اور...

(6) یہ مسح مدت کے اندر اندر کیا جائے۔

یاد رکھیں کہ ”مسح کی مدت مقیم یعنی غیر مسافر کے لئے ایک دن اور ایک

رات... اور... مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں۔“....

نیز مدت اس وقت سے شمار ہوگی کہ جب موزے پہننے کے بعد پہلی مرتبہ وضو توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی ہو۔ مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی مرتبہ وضو ٹوٹا، تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک مسح کر سکتا ہے۔

(7) کوئی بھی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو یعنی چلنے میں تین انگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو۔ اگر تین انگل پھٹا ہو، لیکن بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے، تب بھی مسح جائز ہے۔ اور اگر دونوں موزے تین تین انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے، تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے، تب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے، تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی تین ترانگلیاں، سیدھے پیر کی پشت کے سرے پر اور اٹھے ہاتھ کی تین ترانگلیاں، اٹھے پیر کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی جانب، کم از کم تین انگلیوں کی مقدار کھینچ لی جائیں اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک کھینچی جائیں۔ (فتاویٰ عالمگیری۔ فصل فی المسح علی الخفین)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اونی یا سوتی موزوں پر مسح جائز نہیں۔“

یاد رکھیں کہ اونی یا سوتی موزوں پر مسح درست ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(i) موزے مُجَلَّد ہوں یعنی ایسے کہ ان پر ٹخنوں تک چمڑا موٹا دیا گیا ہو۔.. یا..



(ii) مُنْعَل ہوں یعنی ایسے کہ ان کے نیچے تلا چمڑے کا لگا ہوا ہو۔۔۔ یا۔۔

(iii) ثَخِين ہوں۔ یعنی اتنے موٹے و دبیز کہ صرف ان کو پہن کر مسافت طے کریں، تو پھٹ نہ جائیں اور اپنے موٹے پن کی بناء پر پنڈلی پر بغیر باندھے رکے رہیں، ڈھلک نہ آئیں اور اگر ان پر پانی پڑے، تو اسے روک لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ پانی فوراً پاؤں کی جانب سرایت نہ کر جائے، ہاں اگر کچھ دیر ٹھہرے رہنے کے بعد اندر گیا یا ہاتھ سے رگڑنے یا ملنے کی صورت میں اندر پہنچا، تو حرج نہیں۔

جو بھی موزے ان تین اوصاف سے خالی ہوں، ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان پر چمڑا چڑھا لیں۔۔ یا۔۔ چمڑے کا تلا لگا لیا جائے، تو بالاتفاق اور اگر موٹے بنائے جائیں، تو امام ابو یوسف و محمد (قدس سرہما) کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔  
غنیۃ المستملیٰ میں ہے،

”المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفة الا ان یكونا مجلدین ای استوعب الجلد ما یستر القدم الی الکعب او منعلین ای جعل الجلد علی ما یشلی الارض منہما خاصة کالنعل للرجل وقالا یجوز اذا کانائے خنینین لایشفان فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فهو فی منزلة الادیم والصرف فی جذب الماء الی نفسہ الا بعد لبث او دلک بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال وعلیہ ای علی قول ابی یوسف

و محمد الفتوی۔ یعنی امام اعظم (قدس سرہ) کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں، مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں، جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے، یا منعل ہوں یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے، صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) نے فرمایا اگر جرابیں ایسی موٹی ہوں کہ نہ کھلتی ہوں، تو مسح جائز ہے، کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے، تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی مثل ہے، مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے، تو کوئی حرج نہیں، بخلاف پتلی جراب کے کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے اور امام ابو یوسف و محمد (قدس سرہما) کے قول پر فتویٰ ہے۔“ (فصل فی المسح علی الخفین)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر چمڑے یا ریگزین کے موزوں میں پنڈلی کی جانب زپ لگی ہو.. یا.. بٹن لگے ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے۔“  
رد المحتار میں ہے،

”يجوز على الجاروب المشقوق على ظهر القدم وله اضرار يشدها عليه تسده لانه كغير المشقوق۔ یعنی ایسے موزے پر مسح جائز ہے، جو قدم کے اوپر سے کھلا ہوا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو، اس لئے کہ وہ بند موزے، کی ہی مثل ہے۔“ (باب المسح علی الخفین)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مؤذن کے موجود ہونے اور اس پر گراں گزرنے کی صورت میں، کسی دوسرے کا اقامت کہنا، ناجائز نہیں، ہاں خلافِ اولیٰ ضرور ہے، اس سلسلے میں عذرِ شرعی کے بغیر امام کو بھی اختیار نہیں کہ کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے۔“

سیدی اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

”(کسی دوسرے کا اقامت کہنا) ناجائز نہیں، ہاں خلافِ اولیٰ ہے، اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے، ورنہ اتنا بھی نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۶۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں،

”اگر مؤذن موجود ہے، تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لئے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر، کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے۔ شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہے۔ اجازتِ مؤذن کے بغیر اقامت مناسب نہیں کہ شائد وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۱۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اہل کتاب یعنی عیسائیوں یا یہودیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان لوگوں کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، لیکن اس سے بچنا اور احتیاط اختیار کرنا بہتر ہے۔“

ان کے نکاح اور ذبیحہ کے جواز پر دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عایشان ہے،

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ - یعنی آج

تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا (یعنی ان کا ذبیحہ) تمہارے

لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا

عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔“ (پ ۶۔ المائدہ۔ ۵)

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ”فتح القدیر“ میں ہے،

يجوز تزوج الكتابيات والاولى ان لا يفعل ولا ياكل ذبيحتهم

الا للضرورة - یعنی کتابیات سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ (یعنی زیادہ بہتر) یہ ہے کہ نہ

کیا جائے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ بلا ضرورت کھایا جائے۔“

(کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات)

یقیناً ذہن میں سوال پیدا ہو گا کہ جب ان سے جوازِ نکاح کا ثبوت قرآن

کریم سے حاصل ہو چکا، تو احتیاط کا حکم کس وجہ سے دیا جا رہا ہے؟....

اس سوال کے جواب سے قبل ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ان

سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے حوالے سے علماء اسلام کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ، مذکورہ دونوں چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ ان کی دلیل

کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اہل کتاب سے نکاح وغیرہ اس وقت جائز تھا کہ جب یہ ارتکاب



شرک نہ کرتے، لیکن چونکہ عیسائی، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدایا خدا کا بیٹا.. اور.. یہودی، حضرت عزیر (علیہ السلام) کے بارے میں یہی عقیدہ رکھنے کی بناء پر مشرک ہو چکے، تو اب ان سے نکاح وغیرہ حرام ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ فاسدہ کی بناء پر انہیں مشرک قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے،

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى

الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ۔ یعنی اور یہودی بولے، عزیر، اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ بولے، مسیح، اللہ کا بیٹا ہے۔“

اس کے آخر میں ارشاد فرمایا،

”سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔“

(پ ۱۰۔ توبہ۔ ۳۰۔ ۳۱)

اور مشرکین سے نکاح حرام ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا،

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوْا۔ اور شرک والی عورتوں

سے نکاح نہ کرو، جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔“ (پ ۲۔ بقرہ۔ ۲۲۱)

فتح القدیر میں اس مذہب کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا،

”علماء کا فرمان ہے کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا

نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ انہیں خدا تسلیم کرتے ہوں، تو پھر حلال نہ ہوگا۔“ اور شیخ

الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ ”مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس صورت

میں نہ کھائیں کہ جب وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر (علیہ السلام) کو الہ مانتے ہوں اور ان صورتوں میں ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتویٰ ہے۔“

(فتح القدیر بحوالہ المستمعی۔ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات)

جب کہ دوسرا گروہ ان سے نکاح کے جواز اور ان کے ذبیحے کے حلال

ہونے کا قائل ہے، ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ،

”اہل کتاب اگر چہ شرک کے مرتکب ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے انہیں

مشرک نہیں کہا جاتا، بلکہ ان پر لفظ مشرک کا اطلاق لغوی اعتبار سے ہوتا ہے، بالکل

اسی طرح کہ جیسے رحمت کو نین (ﷺ) کی جانب سے ریاء کو شرک اصغر قرار دینے کی

بناء پر، ریاء کا ر کو لغوی اعتبار سے مشرک کہا جاسکتا ہے، نہ کہ شرعی اعتبار سے۔

شرعیت کی اصلاح میں مشرک کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے کہ جو کسی نبی اور

کتاب آسمانی کی اتباع کے دعویٰ کے بغیر کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات و صفات

میں شریک کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر علیحدہ

علحیدہ فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے،

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ یعنی کتابی کافر اور مشرک

اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے، جب تک ان پر روشن دلیل نہ آئے۔“ (پ ۳۰۔ البیتہ ۱)

کچھ آگے ارشاد ہوا،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ

فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ یعنی بے شک جتنے کافر ہیں، کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ

میں ہیں۔“ (پ ۳۰۔ البیہ ۶)

اگر یہ دونوں شرک میں برابر ہوتے، تو انہیں ایک ہی عنوان کے تحت جمع کیا جاتا۔

یہاں یہ وہم بھی پیدا نہ ہونے پائے کہ ”شائد نزول قرآن کریم کے وقت

اہل کتاب بتلائے شرک نہ تھے، اس وجہ سے ذکر میں علیحدگی نظر آتی ہے۔“

کیونکہ آج کی مثل، نزول قرآن کے وقت بھی یہ لوگ اسی طرح شرک

میں مبتلاء تھے، جیسا کہ انہیں تین خدا ماننے سے روکنے کے بارے میں خود قرآن کی

گواہی موجود ہے، ارشاد ہوتا ہے،

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انْتَهُوَ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلَهٌ وَّاحِدٌ

سُبْحَنَهُ اَنْ يَّكُونَ لَهُ وَلَدٌ۔ یعنی اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو، اللہ تو ایک

ہی خدا ہے، پاکی ہے اسے کہ اس کے لئے کوئی بچہ ہو۔ (پ ۶۔ النساء ۱۷۱)

اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو الہہ ماننے والوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ارشاد

فرمایا، لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ یعنی

بے شک کافر ہیں، وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔“ (پ ۶۔ المائدہ ۷۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم مبارک، ان کے ابتلائے شرک اور نظریات

فاسدہ کو محیط تھا، لیکن اس کے باوجود نہ صرف انہیں مشرکین سے جدا کر فرمایا، بلکہ ان

کی عورتوں سے نکاح اور انکے ذبیحہ کو مسلمانوں کے لئے حلال قرار دے دیا۔ لہذا ان

سے نکاح جائز اور ان کا ذبیحہ حلال مانا جائے گا۔

حضرت علامہ مولانا کمال الملتہ والدین محمد بن الہمام (قدس سرہ) ”فتح  
القدر“ میں ذکر کردہ تفصیل کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”مطلق لفظ الشریک اذا ذکر فی لسان الشارع لا ینصرف  
الی اهل الكتاب وان صح لغة فی طائفة بل طوائف واطلق لفظ الفعل  
اعنی یشرکون علی فعلهم کما ان من رأى بعمله من المسلمین فلم  
یعمل الا لاجل زید یصح فی حقہ انه مشرک لغة ولا یتبادر عند  
اطلاق الشارع لفظ المشرک ارادته لما عهد من ارادته به من عبد مع  
الله غیره ممن لا یدعی اتباع نبی و کتاب ولذلك عطفهم علیہ فی  
قوله تعالیٰ ”لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین  
“ ونص علی حلهم بقوله تعالیٰ ”والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب  
من قبلکم ای العفاف منهن الخ۔ یعنی جب لفظ مشرک مطلقاً ذکر کیا جائے، تو  
شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا، اگرچہ لغت کے اعتبار سے اہل کتاب  
کے کسی گروہ، بلکہ کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے۔ اہل کتاب کے فعل پر صیغہ ”  
یشرکون“ کا اطلاق ایسے ہی ہے، جیسے کسی ریاکار مسلمان کے اس عمل پر، جس کو وہ  
(مثلاً) زید کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہے۔ تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغوی اعتبار سے  
مشرک ہے۔ شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے  
متبادر ہوتا ہے، جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت  
میں کسی غیر کو شریک کرے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول (یعنی) ”لم یکن الذین



کفر و امن اہل الکتب و المشرکین منفکین “میں اہل کتاب پر مشرکین کا عطف کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول، ”والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم“ میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے کو صراحت بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اہل کتاب کی عقیفہ عورتیں حلال ہیں۔“ (فتح القدیر۔ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”محققین کے نزدیک رائج یہی ہے کہ یہود و نصاریٰ مطلقاً اہل کتاب

ہیں، ان پر احکام مشرکین جاری نہ ہوں گے۔“ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۴ (جدید)۔ صفحہ ۱۱)

اس تمہید کے بعد ماقبل ذکر کردہ سوال کا جواب یہ ہے کہ ان کے نکاح

و ذبیحہ کی حلت، حکم قرآنی کی بناء پر ہے اور ان سے مذکورہ امور میں احتیاط کا حکم، علماء کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ”(اہل کتاب بدائل

مشرک نہیں) مگر پھر بھی جب کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور (ان سے نکاح وغیرہ

حرام ہونے کے) قول پر فتویٰ بھی منقول ہو چکا، تو احتیاط اسی میں ہے کہ ان کی عورتوں

اور ذبائح سے بچا جائے کہ اختلافِ ائمہ کے مقام میں بے احتیاطی اختیار کرنا، محتاط

آدمی کا کام نہیں۔

اگر حقیقت میں یہ لوگ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقط اہل کتاب ہی ہوئے

، تب بھی ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبائح کھانے میں ہمارے لئے کوئی نفع

نہیں، نہ ہی یہ امور شرعاً ہم پر لازم کئے گئے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس کی

ضرورت ہے۔

اور اگر دوسرے علماء کی تحقیق درست و حق ثابت ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشرک ہی ہوئے، تو پھر ان سے نکاح زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ مطلقاً حرام۔ تو عاقل کا یہ کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے کہ جس کی ایک جانب نامحمود ہو اور دوسری جانب حرام قطعی۔“ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۴ (جدید)۔ صفحہ ۱۱)

اور صفحہ ”۳۲۸“ پر ارشاد فرمایا،

”ان کی عورتوں سے نکاح ہو جائے گا، اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔“

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مقتدیوں کے لئے جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا، جائز نہیں۔“

ردالمحتار میں ہے،

”اجابة الاذان مكره۔ یعنی اس وقت اذان کا جواب دینا مکروہ

ہے۔“ (باب الجمعة)

درمختار میں ہے،

”اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والافقيامه للصعود

فلا صلوة ولا كلام الى تمامها۔ یعنی اور جب امام حجرہ سے نکلے، اگر حجرہ ہو، ورنہ

امام کا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہونا معتبر ہے۔ تو اس وقت سے ختم خطبہ تک، نہ کوئی

(باب الجمعة)

نماز جائز ہے اور نہ کوئی کلام۔“

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

”ہاں یہ جوابِ اذان یا دعا، اگر دل سے کریں، زبان سے بالکل تلفظ نہ

ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

اور امام یعنی خطیب تو زبان سے بھی اذان کا جواب دے.. یا.. دعا کرے، تو

بلاشبہ جائز ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں یہ دونوں امور، رسول اللہ (ﷺ) سے ثابت

ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”خلیفہ، سلطان سے اعلیٰ ہوتا ہے۔“

اس دعویٰ کی مکمل وضاحت کے لئے خلیفہ و سلطان کے مابین فرق جاننا بے

حد ضروری ہے۔ چنانچہ قابلِ حفظ بات ہے کہ ان دونوں کے درمیان سات اعتبار سے

فرق ہوتا ہے۔

(۱) خلیفہ حکمرانی و جہان بانی میں سید الانبیاء (ﷺ) کا نائب اور تمام

امت پر اختیار رکھنے والا ہوتا ہے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے،

(خلافتہم) ای نیابتہم عن الرسول فی اقامة الدین بحیث

یجب علی کافۃ الامم الاتباع۔ یعنی ان کی خلافت یعنی اقامت دین میں رسول

اللہ (ﷺ) کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی پیروی اختیار کرنا واجب

ہے۔“ (ص ۱۰۸)

روئے زمین میں کفار کی جانب سے اطاعت و تسلیم نہ ہونے کی صورت میں

اس کی خلافت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یونہی اگر کوئی مسلمان اسے نہ مانے، تو خلافت پر فرق نہیں پڑتا، وہ مسلمان خود باغی کہلائے گا۔

اور شرعی اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے، جس کا تسلط قہری، ملکوں پر ہو، چھوٹے چھوٹے والیان ملک اس کے زیر حکم ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔  
(i) مُوَلّٰی :-

یعنی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو۔ یہ اتنے علاقے پر ولایت رکھے گا، جتنے پر خلیفہ اسے مقرر کرے۔

(ii) مُتَغَلَّب :-

وہ شخص کہ جس نے تلوار کے زور پر ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس کی ولایت فقط اپنے قبضہ شدہ علاقے پر ہوگی۔  
ردالمحتار میں ہے،

قد یكون بالتغلب وهو الواقع في سلاطين الزمان۔ یعنی کبھی تغلب سے امام ہو جاتا ہے، جیسے موجودہ دور کے سلاطین حضرات۔“ (باب البغاة)  
(2) تمام امت پر فرض ہے کہ غیر معصیت الہی میں خلیفہ کی مکمل طور پر اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ نائب رسول (ﷺ) ہے۔

جب کہ سلطان کی اطاعت فقط اس کے علاقے والوں پر لازم ہوگی۔  
پھر اگر وہ مُوَلّٰی ہے، تو اس وجہ سے کہ اس کا حکم دراصل خلیفہ کا ہی حکم ہے اور خلیفہ کا حکم، گویا کہ سید الانبیاء (ﷺ) کا ہی امر ہے۔



اور اگر مُتَغَلِب ہے، تو اس کی اطاعت کی وجہ اس کا منصب نہیں کہ وہ شرعی نہیں، بلکہ دفعِ فتنہ اور اپنے تحفظ کی غرض سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

واما لو تغلب عبد بطريق الشوكة فان طاعته تجب اخماد

لفتنه مالم يامر بمعصية۔ یعنی اور اگر کوئی غلام اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے، تو فتنہ دبانے کے لئے اس کی اطاعت بھی واجب ہوگی، جب تک کسی گناہ کا حکم نہ دے۔“ (فتح الباری۔ باب السمع والطاعة للامام.....)

(3) خلیفہ نے جس مباح چیز کا بھی حکم دے دیا، حقیقۃً فرض ہو گیا کہ اس کی

طاعت فرض ہے اور جس سے منع کیا، وہ حقیقۃً حرام ہو گیا۔ یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اس کا خلاف کرنا جائز نہیں۔

خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام اعظم (قدس سرہ) کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا

تھا۔ ایک عورت نے گھر میں مسئلہ پوچھا، امام صاحب (قدس سرہ) نے فرمایا، ”میں جواب نہیں دے سکتا، خلیفہ نے منع کیا ہے۔“

یہاں سے معلوم ہوا کہ مباح کام تو درکنار، خلیفہ کا حکم فرض کفایہ پر بھی

غالب ہے، جب کہ اس کے ادا کرنے والے دوسرے لوگ موجود ہوں کہ اب فرض کفایہ کا ترک، گناہ نہیں، ورنہ اطاعت لازم نہ رہتی۔

اور سلطان متغلب، جس کی ولایت خلیفہ کی وجہ سے نہیں، اس کے امر و نہی

سے مباحات، واجب و حرام نہ ہوں گے۔ اگر اسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، تو مباح

اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی (قدس سرہ) کے زمانے میں سلطان

نے لوگوں کو حقہ پینے سے منع کیا، یہ پردہ ڈال کر پیا کرتے تھے۔

(4) خلیفہ، ایک وقت میں کل جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ

سلطان دس ملکوں میں دس بھی ہو سکتے ہیں۔

(5) انعقادِ سلطنت میں ہر سلطان، اجازتِ خلیفہ کا محتاج ہے۔ جب کہ

ایک سلطان دوسرے سلطان کو اذنِ سلطنت نہیں دے سکتا۔

(6) خلیفہ کو کوئی بڑے سے بڑا سلطان معزول نہیں کر سکتا۔ لیکن خلیفہ کسی

بھی سلطان کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

(7) خلیفہ کے لئے آزاد ہونا شرط ہے۔ جب کہ سلطانی کے لئے اس کی

شرط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غلام، سلطان ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خلیفہ کا مرتبہ سلطان سے بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ

کے ساتھ کبھی سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس میں اس کی شان گھٹانا لازم آتا ہے۔ چنانچہ

آج تک سلطان ابو بکر، سلطان عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وغیرہ نہیں سنا گیا۔

لیکن خوب خیال رہے کہ یہ تمام بحث کسی کو شرعی لحاظ سے خلیفہ کہنے کے

بارے میں ہے۔ چنانچہ اگر کسی کو عرفاً خلیفہ کہہ دیا جائے، مثلاً سلطان وغیرہ کو، تو اس

سے خلیفہ کی شرعی اصطلاح میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی۔ یہ بالکل اس طرح ہوگا کہ

بشر میں انبیاء (علیہم السلام) کے سوا کسی اور کے معصوم نہ ہونے پر اہل سنت کا اجماع

ہے، چنانچہ کسی دوسرے کو معصوم ماننے پر وہ اہل سنت سے خارج ہو جائے گا، لیکن عرفاً

بچوں کو بھی معصوم کہہ دیا جاتا ہے اور اس سے خروجِ اہل سنت لازم نہیں آتا۔

(مخلص از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۲۔ صفحہ ۱۸۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حبیبِ کبریا (ﷺ) کا ذکرِ مبارک ”غریب، فقیر، مسکین،

بیچارے اور یتیم“ جیسے حقیرانہ الفاظ کے ساتھ کرنا ناجائز و حرام اور باعظمت

الفاظ کے ساتھ یاد کرنا واجب و ضروری ہے۔“

ردالمحتار میں ہے،

يجب ذكره صلى الله عليه وسلم باسماء معظمة فلا يجوز ان

يقال انه فقير غريب مسكين۔ رسول اللہ (ﷺ) کا ذکرِ مبارک باعظمت الفاظ

کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ آپ کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔“ (مسائل شتی)

شرح زرقانی میں ہے،

”الیتیم من الیتیم موت الاب قبل بلوغ الولد او من

الانفراد کدرۃ یتیمۃ کما قبل فی قوله تعالى الم یجدک یتیمای

واحدا فی قریش عذیم النظیر انتھی ومذهب مالک لایجوز علیہ

هذا الاسم۔ یعنی لفظِ یتیم، یتیم سے ہے یعنی بچے کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا

فوت ہونا.. یا.. اس کا معنی ”منفرد و یکتا ہونا“ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے، در یتیم (یعنی یکتا

موتی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان ”الم یجدک یتیمای (کیا اس نے

آپ کو یتیم نہ پایا)“ کے تحت مفسرین کرام نے فرمایا ”یعنی قریش میں آپ کی مثال نہیں

ملتی، آپ یکتا ہیں۔ انتھی۔ امام مالک کا (قدس سرہ) فتویٰ یہ ہے کہ اس نام (یعنی یتیم) کا

اطلاق آپ کی ذات پر جائز نہیں۔“

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى میں ہے،

”افتي فقهاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقه الطليطلى  
وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبي صلى الله عليه وسلم  
وتسميته اياه اثناء مناظرته باليتيم وختن حيدر وزعمه ان زهده على  
الصلوة والسلام لم يكن قصدا ولو قدر على الطيبات اكلها - يعني فقهاء  
اندلس نے ابن حاتم محققہ الطلیطلی کے قتل اور اسے پھانسی دینے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اس  
کے خلاف یہ شہادت ملی تھی کہ اس نے دوران مناظرہ رسول اللہ (ﷺ) کے مقام  
اعلیٰ کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سر کہا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ  
آپ کا زہد اختیاری نہ تھا اور اگر آپ محبوب اشیاء کے استعمال پر قادر ہوتے، تو  
ضرور انہیں تناول فرماتے۔“ (الباب الاول فی بیان ما ہونی قول (ﷺ))

اسی میں ہے،

”افتي ابو الحسن القابسي في من قال في النبي صلى الله  
عليه وسلم الجمال يتيم ابي طالب بالقتل لظهور استهانتة بذلك -  
یعنی امام ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا کہ جس نے رسول  
اللہ (ﷺ) کو اونٹوں والا ابو طالب کا یتیم کہا، کیونکہ یہ آپ کے حق میں توہین ہے۔“  
(ایضاً)

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ  
اس قسم کے الفاظ کہنے والوں کی تین اقسام کی جائیں گی اور ہر قسم کا حکم جدا

ہوگا۔ چنانچہ



(1) اگر ان الفاظ کے کہنے والے کی اگلی پچھلی باتوں.. یا.. طرز ادا.. یا.. کسی

اور علامت سے ظاہر ہو جائے کہ اس نے معاذ اللہ رسول اللہ (ﷺ) کی توہین و تنقیص کا ارادہ کیا ہے، تو یقیناً کافر و مرتد ہے۔

(2) اور اگر ایسا نہیں اور کہنے والا جاہل ہے، اس سے اس قسم کے الفاظ

کا صدور کبھی کبھار ہی ہوا ہے اور اسے سمجھایا جائے، تو پھر انہیں بار بار استعمال بھی نہیں کرتے، تو اسے ہدایت و نصیحت کی جائے گی، ڈانٹ ڈپٹ کریں گے اور اگر حاکم اسلام موجود ہو، تو اس کے مناسب حال اسے کوئی نہ کوئی سزا بھی دے۔

(3) یونہی اگر ارادہ توہین ظاہر نہ ہو، لیکن ان الفاظ کو ادا کرنے والا

صاحب علم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے.. یا.. ایسے کلمات ادا کرنے کا عادی ہے.. یا.. تنبیہ کرنے کے باوجود بھی ان پر اصرار کرتا ہے، تو مریض قلب، بد دین، گمراہ، مستحق عذاب شدید ہے۔ سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک کرے گا۔ عام مسلمانوں کو اس کی صحبت سے بچنا لازم اور اسے امام و واعظ بنانا، اس کا وعظ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع و حرام ہوگا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۲۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔“

مثلاً کسی مقام پر جانوروں کو لڑایا جا رہا ہے.. یا.. ماتم و سینہ کو بی ہو رہی ہو، تو چونکہ یہ افعال حرام ہیں، لہذا ان کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان

ہے،

”فَلَا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ تو یاد آئے

پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“ (پ۔۷۔ الانعام۔ ۶۸)

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت پاک کے تحت ہے،

”دخِل فِيهِ الْكَافِرُ وَالْمُبْتَذِعُ وَالْفَاسِقُ وَالْقَعُودُ مَعَ كُلِّهِمْ

ممتنع۔ یعنی اس آیت کے حکم میں ہر کافر و بدعتی و فاسق داخل ہے، ان میں سے کسی

کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔“

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔“

کیونکہ یہ حرام کام میں امداد و اعانت ہے اور ایسا تعاون من جانب اللہ ممنوع قرار

دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

”وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اور گناہ اور زیادتی

پر باہم مدد نہ دو۔“ (پ۔۶۔ المائدہ۔ ۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مہاتما کا مطلب روح اعظم ہے اور روح اعظم، افضل الملائکہ

یعنی حضرت جبریل (علیہ السلام) کا لقب خاص ہے، چنانچہ کسی کافر و مشرک کے

لئے ایسے لفظ کا استعمال حرام ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے کسی نے سوال کرتے ہوئے مہاتما گاندھی کا لفظ لکھا۔ آپ نے تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا،  
 ”سائل نے مہاتما لکھا، یہ حرام ہے۔ مہاتما: فنی روح اعظم ہے کہ خاص لقب افضل الملائکہ علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام (ہے)۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۰۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جمعے کی دوسری اذان سید الانبیاء (ﷺ) اور حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے زمانے میں نہ تھی، اس کی ابتداء حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانہ مبارک سے ہوئی۔“

مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں،

”زمانہ اقدس حضور سید عالم (ﷺ) میں صرف ایک اذان ہوتی تھی۔

جب حضور (ﷺ) منبر پر تشریف فرما ہوتے، تو آپ کے رخ انور کی جانب، مسجد

کے دروازے پر یہ اذان دی جاتی تھی۔ آپ کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف

تین دروازے تھے۔ ایک مشرق کی جانب، جو حجرہ مبارکہ سے متصل تھا اور جس میں

سے حضور (ﷺ) مسجد میں تشریف لاتے، اس کی سمت پر اب باب جبریل (علیہ

السلام) ہے۔ دوسرا مغرب کی طرف، جس کی سمت پر اب باب الرحمة ہے۔ تیسرا شمال

میں جو خاص منبر اطہر کے مقابل ہے۔ اسی دروازے پر اذان ہوتی تھی کہ منبر کے

سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت

عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں یہی ایک اذان ہوتی رہی۔ لیکن جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور حاضری مسجد میں کسل و سستی واقع ہونے لگی، تو حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک اذان، خطبہ شروع ہونے سے پہلے، بازار میں دلوانی شروع کی۔“  
(فتاویٰ رضویہ (جدید) - بتغیر ۱ - جلد ۵ - صفحہ ۳۹۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جمعے کی دوسری اذان مسجد میں دینا، بدعت ہے۔“

فتاویٰ رضویہ (جدید) میں ہے،

”مسجد کے اندر اذان کا ہونا، ائمہ کرام نے منع فرمایا۔ یہ مکروہ و خلاف سنت ہے۔ یہ طریقہ نہ زمانہ اقدس سرکار (ﷺ) میں تھا، نہ زمانہ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں، نہ کسی صحابی کی خلافت میں۔ نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی، نہ اس کا جاننا ہم پر لازم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی، بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہر حال جب زمانہ اقدس اور خلافت خلفاء راشدین میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ نے صاف لکھ دیا کہ ”مسجد میں اذان نہ دی جائے، مسجد میں اذان مکروہ ہے۔“ تو ہمیں سنت اختیار کرنی چاہیے اور بدعت سے پرہیز کرنا چاہیے۔“  
(جلد ۵ - صفحہ ۴۰۵)

ایک اور مقام پر ہے،

”رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مسجد کے اندر اذان کہلوانا، کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں۔ جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، رسول



اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر اس کا افتراء کرتے ہیں۔ ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں۔ البتہ پہلی اذان کے بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ ”اسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا۔“ لیکن اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر اذان دلوائی، بلکہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ پہلی اذان بازار میں دلواتے تھے، ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی۔

رہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت واضح طور پر موجود ہے کہ ہشام نے اس میں کوئی تغیر نہ کیا، اسی حالت میں باقی رکھی، جیسی زمانہ رسالت (ﷺ) و خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)، شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

”فلما كان عثمان امر بالاذان قبله على الزوراء ثم نقله هشام الى المسجد اي امر بفعله فيه وجعل الاخر الذي بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى انه ابقاه بالمكان الذي يفعل فيه فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحواله الى المسجد على المنار۔ یعنی جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ ہوئے، تو آپ نے اذان خطبہ سے قبل ایک اذان، بازار کے ایک مکان کی چھت پر دلوائی۔ پھر اس اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے، وہ خطیب کے مواجہہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی، وہیں باقی رکھی۔ اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی، بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا۔“ (المقصد التاسع فی عبادۃ اللہ ﷺ)

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کے مقابل کہنے کو بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنت بتاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ

”سب سے پہلے امام کے سامنے اذان، ہشام نے کہلوائی۔ رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمانے میں یہ اذان بھی محاذاتِ امام میں نہ ہوتی تھی، منارہ پر ہی تھی۔“

لیکن اس کلام سے بھی فقط اتنا ہی ثابت ہوا کہ اذان کے سامنے ہوا کرتی تھی، یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مسجد میں ہی ہوا کرتی تھی؟.... چنانچہ بے چارے ہشام سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ، مسجد کے اندر، منبر کے برابر کہلوائی، جیسی کہ اب کہی جانے لگی ہے۔ اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی۔

اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی، تو کیا اس کے قول و فعل کو حجت قرار دیا جاسکتا ہے؟... وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے، جس نے رسول اللہ (ﷺ) کے بیٹے، امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پوتے، امام زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے، امام باقر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بھائی یعنی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کروایا، پھر سولی دلوائی۔ اور پھر اس پر یہ ظلم شدید کہ نعشِ مبارک کو دفن نہ ہونے دیا، برسوں سولی ہی پر رہی۔ جب ہشام مر گیا، تب نعشِ مبارک دفن ہوئی۔ ان برسوں میں بدنِ مبارک کے کپڑے گل گئے تھے، قریب تھا کہ بے ستری ہو، اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا، چنانچہ اس نے ان کے

بدن پر ایسا جالاً تان دیا کہ بجائے تہبند کے ہو گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) کو بعض صالحین نے خواب میں دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سولی سے پشتِ اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں، ”میرے بیٹوں کے ساتھ یہ کچھ کیا جاتا ہے۔“.... رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مقابلے میں ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی سنت کو چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی، کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے؟....“ (جلد ۵-۴۰۹)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ماں باپ اگر چہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں، جائز باتوں میں ان کی اطاعت فرض ہے، ہاں اگر ناجائز کام کا حکم دیں، تو اطاعت نہ کی جائے گی۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

”اطاعت والدین، جائز باتوں میں فرض ہے، اگر چہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں۔ ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے، مگر اس کے سبب یہ شخص، امورِ جائزہ میں اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں، تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ حدیث میں ہے،

”لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى“۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل۔ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری)

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۵۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ماں باپ اگر گناہوں میں مشغول ہوں، تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے، سختی کرنا جائز نہیں اور اگر وہ جواب میں کہیں کہ ضرور ایسا کریں گے، تو بعض صورتوں میں گناہ کبیرہ اور بعض میں کفر ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

”ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں، تو نرمی و ادب کے ساتھ گزارش کرے۔ اگر مان لیں، تو بہتر، ورنہ سختی نہیں کر سکتا، بلکہ غائبانہ طور پر ان کے لئے دعا گو رہے۔ اور گناہ سے روکنے پر ان کی جانب سے یہ جاہلانہ جواب دینا کہ ”یہ تو ضرور کریں گے.. یا.. توبہ سے انکار کرنا“ دوسرا کبیرہ گناہ ہے۔ اسے مطلقاً کفر قرار نہیں دے سکتے، جب تک کہ کسی قطعی طور پر حرام شے کو حلال جانے.. یا.. کسی حکم شرع کی توہین کرنے کے طور پر نہ ہو۔ لیکن اس صورت میں بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت منع نہ کی جائے گی۔ ہاں اگر ان کا یہ انکار بروجہ کفر ہو مثلاً کسی حکم شرع کی توہین کرنے کے طور پر، تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ تقریر ما۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۵۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اذان کے بعد اور اقامت سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنا جائز ہے۔“



امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے دریافت کیا گیا کہ  
 ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ بعد اذان کے اور جماعت  
 سے ذرا قبل ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوۃ والسلام  
 علیک یا حبیب اللہ“ پڑھنا بآواز بلند، چاہئے یا نہیں؟... ایک شخص کہتا ہے کہ  
 صلوۃ وسلام کہنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے، جواب سے  
 مشرف فرمایا جائے۔“

آپ نے جواباً فرمایا،

”پڑھنا چاہئے اور صلوۃ وسلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ  
 دوسروں کو خبر دینے کے لئے ہے اور یہ اس میں ترقی کا باعث ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۲۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”خواب کبھی اللہ تعالیٰ، کبھی فرشتے، کبھی حدیثِ نفس اور کبھی شیطان کی  
 جانب سے ہوتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ان خوابوں کی علامات ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے  
 ہیں،

”اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء شدہ خواب بالکل صاف، واضح اور احتیاج  
 تعبیر سے بری ہوتا ہے۔“

فرشتے کی جانب سے القاء خواب سے گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیبِ ظاہر

ہوتے ہیں۔ یہ خواب اکثر قریب یا بعید تاویل کے پردے میں ہوتے ہیں، لہذا محتاج تعبیر ہوتے ہیں۔

شیطان کی جانب سے خواب، اکثر وحشتناک ہوتا ہے۔ شیطان، آدمی کو ڈراتا یا اس سے کھیلتا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ کسی کے سامنے ذکر نہ کرو کہ تمہیں ضرر نہ دے گا۔ ایسا خواب نظر آئے، تو بائیں جانب تین بار تھوک دے اور اعوذ باللہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے۔

اور حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب رہتے ہیں، جب نسان سوتا ہے، تو ان ہی خیالات کی شکلیں سامنے آتی ہیں۔ یہ خواب مہمل و بے معنی ہوتے ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱۹۔ بتغیر ما)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دوران اذان کسی کی جانب سے پہلے اذان ہو چکنے کی اطلاع پر کبھی فوراً رک جانے اور کبھی نہ رکنے کا حکم ہے۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

(۱) اگر مسجد، مسجد محلہ ہے، جہاں کے لئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولیٰ ہو چکی ہے اور اب بعد میں کچھ لوگ جماعت کے لئے آئے اور ان کو اذان کی اطلاع نہ تھی، اذان شروع کر دی، پھر اطلاع ہوئی، تو فوراً رک جائے۔ کیونکہ مسجد محلہ میں دوسری جماعت کے لئے دوبارہ اذان دینا ممنوع ہے۔

(۲) اور اگر مسجد عام ہے مثلاً بازار دسرائے و اسٹیشن وغیرہ کی مساجد، تو ہرگز

نہیں رکنا چاہئے، بلکہ حکم ہے کہ اذان پوری کرے کہ اس صورت میں دوبارہ اذان مسنون ہے، جبکہ روکنا جہالت۔

(3) اور اگر مسجدِ محلہ یا مسجدِ عام ہے اور جماعتِ اولیٰ ابھی تک نہ ہوئی، تو اب اختیار ہے۔ چاہے رک جائے اور چاہے پوری کرے۔ لیکن پورا کرنا افضل ہے۔ وجہ یہ کہ اس صورت میں نہ کوئی ممانعت ہے اور نہ ہی دوبارہ اذان کا کوئی حکم۔ چنانچہ اب اختیار دیا جائے گا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۹۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کفار کے میلوں میں جانا، اگرچہ تجارت کی نیت سے ہو، ناجائز اور

بسا اوقات، سببِ کفر ہے۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”کفار کے میلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(i) مذہبی۔ (ii) لہو و لعب یعنی کھیل کود کے۔

اگر ان کا مذہبی میلہ ہے کہ جس میں وہ اپنا کفر و شرک ظاہر کریں گے، تو

اس میں شرکت حرام و گناہِ کبیرہ ہے، لیکن کفر نہیں۔ ہاں اگر شریک ہونے والا ان

کے کسی فعلِ کفر کو دیکھ کر پسند کرے.. یا.. ہلکا و معمولی سمجھے، تو کافر ہے۔ اس صورت میں

یہ اسلام سے اور اس کی عورت، نکاح سے خارج ہو جائے گی۔ کفریات کو تماشا

بنانا بڑی گمراہی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے،

”من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم  
کان شریک من عمل به۔ یعنی جو کسی قوم کی تعداد بڑھائے، وہ انہیں میں  
سے ہے اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے، وہ اس کام کرنے والوں کا شریک  
ہے۔“ (نصب الراية الاحادیث المحدثات بحوالہ ابی یعلیٰ۔ کتاب البنائات)

اور اگر کھیل کود کا میلہ ہے، جب بھی یقیناً منکرات و قبائح سے خالی نہیں  
ہو سکتا اور برے کاموں کو تماشہ بنانا جائز نہیں۔  
ردالمحتار میں ہے،

”کرہ کل لہو والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ۔ یعنی ہر  
کھیل مکروہ ہے اور (حدیث میں) اس کو مطلقاً یعنی بغیر کسی قید کے ذکر کرنا، اس کے  
کرنے اور سننے دونوں کو شامل ہے۔“ (کتاب النظر والاباحۃ)  
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے،

”یظہر من ذلک حرمة التفرج علیہم لان الفرجة علی  
المحرم حرام۔ یعنی اس سے (کھیل تماشوں) پر خوشی منانے کی حرمت واضح ہوتی  
ہے، کیونکہ کسی حرام کام پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔“ (خطبۃ الکتاب)

یعنی شعبہ باز، بازیگر کے افعال حرام ہیں اور ان کا تماشہ دیکھنا بھی حرام  
ہے کہ حرام کو تماشا بنانا بھی حرام ہے۔ خصوصاً اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا  
جانا، تو آفت شدید ہے اور اس وقت بھی تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔“  
اور اگر کوئی ان میں تجارت کے لئے جائے، تو اگر مذہبی میلہ ہے، تو



جانانا جائز و ممنوع ہے کہ اب وہ ان کی عبادت کا مقام ہے اور عبادت گاہ کفار میں جانا ممنوع۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”يُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ الدُّخُولُ فِي الْبَيْعَةِ وَالْكَنِيسَةِ وَإِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ مَجْمَعُ الشَّيَاطِينِ۔ یعنی یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے چرچ میں کسی مسلمان کا داخل ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں۔“ (کتاب الکراہیۃ)

مندرجہ بالا عبارت میں مکروہ سے مراد ”مکروہ تحریمی“ ہے۔ کیونکہ مطلقاً مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے،

”وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا تَحْرِيمِيَّةٌ لِأَنَّهَا الْمُرَادَةُ عِنْدَ إِطْلَاقِهِمْ۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ جب بغیر کسی قید کے ذکر کیا جائے، تو وہی مراد ہوتی ہے۔“

(ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق۔ کتاب الصلوٰۃ۔ مطلب تکرہ الصلوٰۃ فی الكنيسة)

اور اگر کھیل کود کا میلہ ہے۔ تو تجارت کے جواز کی صورت یہ ہوگی کہ خود کھیل کود میں مشغول نہ ہو، نہ اسے دیکھے اور نہ وہ چیزیں بیچے، جو ان کے لہو و لعب ممنوع کی ہوں۔ پھر بھی جانا مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہر وقت لعنت نازل ہونے کا مقام ہے، چنانچہ اس سے دور رہنے میں ہی عافیت و سلامتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے،

(کیا آپ کو معلوم ہے؟)

﴿126﴾

”ہم محل نزول اللعنة فی کل وقت ولا شک انه یکره السکون فی جمیع یکون کذلک بل وان یمرفی امکتهم الا ان یمروا ویسرع۔ یعنی مقامات کفار ہر وقت محل لعنت ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی مقامات اس طرح کے ہوں، ان میں ٹھہرنا مکروہ ہے، بلکہ (علم یہ ہے کہ) ان کے مقامات کے قریب سے گزرنا ہو، تو تیزی کے ساتھ اور دوڑ کر گزرے۔“ (ایضاً)

اور اگر ایسا شخص خود شریک ہو.. یا.. تماشا دیکھے.. یا.. ان کے ممنوعہ کھیل کود کی اشیاء فروخت کرے، تو خود ہی گناہ و ناجائز ہے۔  
در مختار میں ہے،

”ان مقامات المعصية بعینه یکره بعه تحریمہ والا تنزیہا۔ یعنی بے شک وہ چیزیں کہ جن کے ساتھ بعینہ گناہ قائم ہو، تو اس کا بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو، تو پھر کراہت تنزیہی ہے۔“ (کتاب الحظر والاباحہ)  
(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۵۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حالت حیض میں عورت سے نفع اٹھانا جائز ہے۔“

لیکن اس کا کلیہ یہ ہے کہ

”حالت حیض و نفاس میں عورت کے زیر ناف سے گھٹنوں تک حصہ بدن سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ اتنے حصے پر شہوت کے ساتھ نظر ڈالنا بھی جائز نہیں۔ نیز اتنے حصے کو بلا شہوت چھونا بھی ممنوع ہے۔ ہاں اگر اتنے حصے پر

کوئی اتنا موٹا کپڑا ہو کہ بدن کی گرمی بالکل محسوس نہ ہو، تو اب اس سے نفع اٹھانے میں حرج نہیں۔

اس حصہ بدن کے علاوہ اوپر نیچے کے کل بدن سے ہر قسم کا نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۳۵۳)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حالت حیض میں عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی وغیرہ میں کسی قسم کا حرج نہیں۔“

اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا اور اسے ساتھ بٹھا کر کھلانا دونوں افعال جائز ہیں۔ ان باتوں سے بچنا یہود و مجوس کا طریقہ ہے۔

ترمذی شریف میں ہے،

”وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُدْنِي رَأْسَهُ الْكَرِيمَ لِأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ الصِّدِّيقَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ فِي بَيْتِهَا وَهُوَ ﷺ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ لِتَغْسِلَهُ فَيَقُولُ أَنَا حَائِضٌ فَيَقُولُ حَيْضَتُكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ۔ یعنی رسول اللہ (ﷺ) اپنا سر مبارک دھلوانے کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے قریب کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ گھر میں اور رسول اللہ (ﷺ) مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔ ام المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) عرض کرتیں، ”میں حائضہ ہوں۔“ آپ فرماتے، ”حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔“

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کسی کی شکل یا وجود کو منحوس سمجھنا.. یا.. کالی بلی راستہ کاٹ جائے، تو اسے اپنے کسی کام کے بگڑ جانے کا سبب سمجھنا، تعلیماتِ اسلامی کے خلاف اور ہندوؤں کا طریقہ ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا کہ

”ایک شخص جاہل و بد عقیدہ ہے، سو دُخ اور نماز و روزہ وغیرہ کو بیگار سمجھتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ اگر صبح اس شخص کی منحوس صورت دیکھ لی جائے.. یا.. کام پر جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے، تو ضرور کوئی نہ کوئی دقت و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ لوگوں کو ان کے خیال کے مطابق برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ لوگ اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے اس سے سامنا ہو جائے، تو اپنے مکان کو واپس آ جاتے ہیں اور پھر کسی سے پوچھ کر کہ وہ سامنے تو نہیں، جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرز عمل کیسا ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟...“

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

”شرع مطہر میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (اگر ان کے خیال کے مطابق نتیجہ نکلے بھی

تو دراصل) انہیں لوگوں کا وہ سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے،

”إِذَا تَطَيَّرْتُمْ فَأَمْضُوا۔ جب کوئی شگون بد، گمان میں آئے، تو اس پر

عمل نہ کرو۔“

یہ طریقہ محض ہندوؤں کا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی جگہ، ”اللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ



الْأَطْيَرُكَ وَلَا خَيْرَ الْآخِرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ (یعنی اے اللہ! کوئی بدشگونئی نہیں مگر..... اور کوئی بھلائی نہیں، لیکن تیری بھلائی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں) پڑھ لیں اور اپنے رب پر بھروسہ کر کے کام پر چلے جائیں، ہرگز نہ رکیں، نہ واپس آئیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۲۹)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”قرآن پاک کی موجودہ تیس سپاروں میں تقسیم کسی نامعلوم شخص کا کارنامہ ہے، نیز ہر سپارے کے کلام کو اتنی ہی مقدار میں رکھنا ضروری نہیں۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا کہ

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جمع شدہ قرآن مجید کی تقسیم تیس پارہ پر ہے۔ کوئی سپارہ سورت سے شروع ہوا، کوئی رکوع سے اور کوئی درمیان رکوع سے۔ کوئی پارہ چھوٹا ہے تو کوئی بڑا۔ اس کے واسطے کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا نہیں... یا.. بلارعايت قاعدہ کلیہ یونہی مقرر کر دی گئی ہے۔ الحمد کو پارہ اول سے جدا رکھا اور بما سے ایک آیت چھوڑ دی اور شروع سورت سے اس کا سر۔ جس کی رعایت کی گئی، حضو ہی بیان فرما سکتے ہیں۔“

آپ نے جواباً فرمایا،

”پاروں پر تقسیم امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہ کی، نہ کسی صحابی نے، نہ کسی تابعی نے۔ معلوم نہیں اس کی ابتداء کس نے کی۔.... یہ بہت

حادث (یعنی نوید) ہے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس کی ابتداء کی، اس نے اپنے پاس موجود مصحف شریف کو مساوی تعداد میں اوراق کے اعتبار سے تیس حصوں میں تقسیم کر لیا اور یہ تقسیم مذکورہ مواقع پر آکر واقع ہوئی اور یہ ان بلاد میں رائج ہو گئی۔ سب جگہ اس پر اتفاق بھی نہیں، بلکہ شام وغیرہ کی تقسیم اس سے کچھ مختلف ہے۔ بہر حال یہ کچھ ضروری بات نہیں، نہ اس کے ماننے میں کچھ حرج۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۵۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”نا محرم عورت کا اپنے پیر کا تبرک پینا، تلذذِ شہوانی کی نیت سے ہو، تو حرام، ورنہ جائز ہے۔“

در مختار میں ہے،

”یکرہ سورہا للرجل کعکسہ لاستلذاذ۔ یعنی عورت کا جوٹھا مرد کے لئے اور اس کا برعکس، حصول لذت کے لئے مکروہ ہے۔“ (فصل فی البئر)

رد المحتار میں ہے،

”یفہم منہ انہ حیث لاستلذاذ لا کراہۃ۔ یعنی“ حصول لذت کے لئے“ سے سمجھ میں آیا کہ جس جگہ حصول لذت کا ارادہ نہ ہو، وہاں کراہت نہیں۔“ (فصل فی البئر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال سے برص کا اندیشہ ہے۔“

مروی ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (ﷺ) کے لئے دھوپ کے ذریعے پانی گرم کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، ”لَا تَفْعَلِي يَا حُمَيْرَاءُ فَإِنَّهُ يُورِثُ الْبَرَصَ“۔ یعنی اے حمیراء! ایسا نہ کرو، کیونکہ یہ برص کو پیدا کرتا ہے۔“ (سنن دارقطنی۔ باب لماء المسخن)

نیز حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے موقوفاً روایت ہے کہ ”لَا تَغْسِلُوا بِمَاءِ الشَّمْسِ فَإِنَّهُ يُورِثُ الْبَرَصَ“۔ یعنی تم دھوپ کے پانی سے مت دھو، کیونکہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔“ (ایضاً)

لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں۔

(1) جس جگہ پانی گرم کیا، وہ گرم ملک ہو۔

(2) موسم بھی گرم ہو۔

(3) جس برتن میں گرم کیا گیا، وہ سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا

ہو۔ مثلاً پیتل، تانبہ یا لوہا وغیرہا۔

(4) گرم شدہ پانی جسم تک پہنچا ہو۔

(5) بغیر ٹھنڈا کئے استعمال کیا گیا ہو۔“

احناف کے نزدیک ایسا پانی استعمال کرنا ”مکروہ تریہی“ ہے۔ یعنی اس کا

استعمال کرنا گناہ تو نہیں، لیکن شریعت کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”دلہن کے پاؤں کا دھوون باعثِ برکت ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ

”دلہن کو بیاہ کر لائیں، تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے

چاروں گوشوں میں چھڑکیں، اس سے برکت ہوتی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۹۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مذہبِ اسلام میں بیماری اڑ کر لگنے کا کوئی تصور نہیں۔“

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ)

نے ارشاد فرمایا، ”لَا عَدْوٰی۔ یعنی کوئی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔“

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب الجزام)

☆ نیز حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہی مروی ہے کہ رسول

اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”لَا عَدْوٰی۔ یعنی کوئی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔“ تو ایک

اعرابی کھڑے ہو گئے اور عرض کی، ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اس بارے میں

آپ کی کیا رائے ہے کہ اونٹ، ہرنوں کی مثل ریت میں لیٹتے ہیں۔ پھر ان سے ایک

خارشِ اونٹ آ ملتا ہے، تو سب کو خارش لگ جاتی ہے؟“... یہ سن کر رسول اللہ (ﷺ)

نے دریافت فرمایا، ”فَمَنْ أَعْدَى الْاَوَّلَ۔ پھر پہلے کو بیماری کس نے لگائی

تھی؟“... (بخاری۔ کتاب الطب۔ باب لا عدوی)

جدید تحقیقات کی روشنی میں کئی امراض متعدی ہیں، یعنی ان کے جراثیم اڑ کر



دوسروں تک پہنچ کر انہیں بھی اسی مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی بیماریوں کے عام ہونے کے وقت ڈاکٹر حضرات مریضوں سے دور رہنے کا مشورہ دیتے نظر آتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں حدیث پاک کو حق جانتے ہوئے، مریض سے دور رہنے کی تدبیر اختیار کرنا، شرعی لحاظ سے درست ہے؟...

اس کے جواب سے قبل عرض ہے کہ لوگوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کا ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل و بھروسہ بہت زیادہ ہوتا ہے، جب کہ بعض اس معاملے میں ضعیف و کمزور ہوتے ہیں۔

چنانچہ جن کا توکل کامل ہے، انہیں اس میں احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ انہیں یقین کامل حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری نہیں لگ سکتی، لہذا ان کے دین میں فساد کا احتمال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رحمتِ کونین (ﷺ) نے ایک کوڑھی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ جیسا کہ

مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ایک جزائی کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور فرمایا، ”كُلْ مَعِيَ بِسْمِ اللَّهِ ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلاً عَلَى اللَّهِ۔ یعنی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھا، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے۔“ (ترمذی۔ کتاب الاطعمۃ)

اور جن کی نظر ظاہری اسباب پر رہتی ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل توکل حاصل نہ ہو، تو ان کے لئے تو بچنا ہی مناسب ہے۔ لیکن اس خیال سے نہیں کہ بیماری اڑ کر لگتی ہے، بلکہ اس بات کے پیش نظر کہ ہو سکتا ہے کہ قضائے الہی کے تحت وہی

بیماری انہیں بھی لگ جائے اور شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی بناء پر یہ یقین کر لیں کہ ایسا فلاں فعل کی وجہ سے ہوا ہے، اگر ہم احتیاط کرتے، تو ایسا نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے باعث دین کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

اسی قسم کے ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے بطور تعلیم رحمتِ کوئین (ﷺ) کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ

”فِرْمَانَ الْمَجْزُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔ کوڑھی سے اسی طرح دور

بھاگ، جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔“ (بخاری۔ کتاب الطب)

نیز ارشاد فرمایا،

”لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصَحِّ۔ یعنی بیمار اونٹوں کو

تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ۔“ (ایضاً)

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) ارشاد فرماتے ہیں،

”فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ، جنہیں خدائے تعالیٰ پر سچا توکل نہ ہو اور

وہی خیالات رکھتے ہوں، انہیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیئے، نہ اس

خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے کہ یہ خیال

محض غلط ہے، تقدیر الہی میں جو لکھا ہے، ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا، وہ ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ

تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے،

”لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُمْ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی وہ بات، جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے

لکھ دی، وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔“ (پ۔۱۔التوبہ۔۵۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کوئی کسی کام کے لئے خدا کا واسطہ دے اور اس کام کے

ارتکاب میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو، تو اس کی بات نہ ماننا گناہ ہے۔“

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”مَلْعُونٌ مَنْ سَأَلَ بِوَجْهِ اللَّهِ ثُمَّ مَنَعَ

سَأَلَهُ مَالٌ يَسْأَلُ هَجْرًا۔ یعنی وہ شخص ملعون ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے

واسطے سوال کیا جائے، پھر وہ سائل کو منع کر دے۔ بشرطیکہ سائل کسی کو چھوڑنے کا سوال

نہ کرے۔“ (مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی۔ کتاب الزکوٰۃ)

آج کل کے پیشہ ور فقیر بھی اسی طرح کے واسطوں کے ذریعے نفسیاتی حملے

کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں کچھ دینا گناہ ہے۔ چونکہ یہاں ان ”پیشہ ور فقیر ہونے کی

بناء پر“ شرعی قباحت موجود ہے، لہذا انکار کرنے والا اس حدیث پاک کی رو سے گناہ

گار و ملعون نہ ہوگا۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حرام مال سے کیا گیا صدقہ غیر مقبول ہے، بلکہ ایسا کرنے والا

گناہ گار ہوگا۔ اور.. اگر ثواب کی نیت سے خرچ کیا، تو کفر ہے۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

ارشاد فرمایا،

”لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِّنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقَ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ

وَلَا يَتَصَدَّقَ بِهِ فَيَقْبَلَ مِنْهُ وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ

إِلَى النَّارِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلَكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ

بِالْحَسَنِ إِنَّ الْخَبِيثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيثَ۔ یعنی ایسا نہ ہوگا کہ بندہ حرام کما

کر اس سے صدقہ کرے، تو اسے قبول کر لیا جائے اور نہ یہ کہ اسے اپنے صرف میں

لائے، تو اس میں برکت سے نوازا جائے اور اگر وہ اسے پیچھے چھوڑ جائے، تو یہ مال

اس کے لئے جہنم میں داخلے کا سامان ہوگا۔ بیشک اللہ عزوجل برائی سے برائی کو نہیں

مٹاتا، ہاں بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے۔ بے شک خبیث، خبیث کو نہ مٹائے گا۔“

(مسند امام احمد بن حنبل۔ حدیث ابن مسعود (رضی اللہ عنہ))

اور حضرت ابو جحیرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان

ہے کہ

”مَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ

أَجْرٌ وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ۔ یعنی جو مال حرام جمع کرے، پھر اسے خیرات کر دے

، تو اس کے لئے اس عمل میں کوئی اجر نہ ہوگا اور اس پر اس صدقہ کا وبال

ہوگا۔“ (المستدرک للحاکم۔ کتاب الزکوٰۃ)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے،

”رجل تصدق من الحرام ويرجو الثواب يكفر۔ یعنی کسی شخص



نے مال حرام سے صدقہ کیا اور اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔“ (کتاب الکراہیہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”لو تصدق علی فقیر شیئاً من المال الحرام ویرجو الثواب

یکفر۔ یعنی اگر کسی شخص نے فقیر پر مال حرام سے کوئی شے صدقہ کی اور اس پر ثواب کی

امید رکھتا ہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔“ (کتاب السیر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کے لئے عاشق کا لفظ استعمال کرنا ممنوع ہے۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق کے معنی کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے حق میں قطعی طور پر محال

ہے۔ کیونکہ عشق کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں،

”الْعِشْقُ فَرْطُ الْحُبِّ۔ یعنی محبت میں حد سے تجاوز کرنا عشق ہے۔“

(لسان العرب - جلد ۹)

ہاں اگر شرع میں کسی مقام پر اس کا استعمال کیا گیا ہوتا، تو تاویل کے ساتھ

استعمال کی گنجائش تھی۔ لیکن چونکہ ایسا وقوع پذیر نہ ہوا، لہذا اللہ تعالیٰ کی شان میں اس کا استعمال ممنوع قطعی ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے،

”مجرد ایهام المعنی المحال کاف فی المنع۔ یعنی محض معنی محال

کا وہم ہی ممانعت کے لئے کافی ہے۔“ (کتاب الطہر والاباحہ)

الانوار لا اعمال الا برار میں ہے کہ

”لَوْ قَالَ اَنَا عَشِقُ اللّٰهَ وَيَعْشِقُنِي فَمُبْتَدِعٌ وَالْعِبَارَةُ الصَّحِيحَةُ

اَنْ يَقُولَ اَحِبُّهُ وَيَحِبُّنِي كَقَوْلِهِ تَعَالٰى يَحِبُّهُمْ وَيَحْبُوْنَهُ۔ یعنی اگر کوئی شخص

کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے، تو وہ بدعتی ہے۔ اور صحیح عبارت یہ

ہے کہ وہ یوں کہے کہ ”میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت

رکھتے ہیں۔“ (کتاب الردۃ) (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۱۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”عورت کے نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، کم کی کوئی

حد نہیں۔ اگر چالیس دن سے کم میں خون بند ہو گیا، تو عورت پاک ہو گئی

نہائے اور نماز وغیرہ شروع کر دے۔ نیز اس کی وجہ سے چوڑیوں، چارپائی

اور گھر کی دیگر چیزوں کو ناپاک سمجھنا، ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،

”یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلہ (یعنی چالیس

دن) پورے نہ ہو جائیں، زچہ پاک نہیں ہوتی، محض غلط ہے، خون بند ہونے کے بعد

ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ مردوں پر

فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔ نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس دن رکھے

گئے ہیں، نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو۔ اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں۔ اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہو گیا، عورت اسی وقت پاک ہو گئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس دن کے اندر اسے خون دوبارہ نہ لوٹے، تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں۔ فقط وہی چیز ناپاک ہوگی، جسے خون لگ جائے۔ بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا طریقہ ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۳۵۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”منافق و بد مذہب کو ”مولانا“ کہنا یا لکھنا حرام ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے کچھ ایسے نام کے مسلمان لوگوں کے بارے میں سوال ہوا کہ جنہوں نے کفار کی تعظیم کے لئے جلسہ منعقد کیا تھا۔ سائل نے ایسے لوگوں کے لئے مولانا (یعنی ہمارے سردار) کا لفظ استعمال کیا، آپ نے غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرمایا،

”ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا، ”لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ

سَيِّدَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدَكُمْ فَقَدْ اسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ۔ منافق کو ”اے

ہمارے سردار“ نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا، تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر پر

لیا۔“ (مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی المسند الانصار)

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۰۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”وسو سے چاہے کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں، ان سے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ انسان گناہ گار ہوتا ہے، جب تک کہ انہیں زبان سے ادا نہ کیا جائے.. یا.. ان کے مطابق عمل نہ کر لیا جائے۔“

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

”إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَلِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسَّوَسْتُ بِهِ صُدُورُهُمَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ - یعنی اللہ تعالیٰ نے میری خاطر، میری امت سے ان کے قلبی وساوس کے سلسلے میں درگزر فرما دیا ہے، جب تک اس پر کام.. یا.. کلام نہ کر لیں۔“ (بخاری۔ کتاب العتق)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہی روایت ہے کہ

”رسول اللہ (ﷺ) کے اصحاب میں سے کچھ حضرات، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ ”إِنَّا نَجِدُفِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ - یعنی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات پاتے ہیں کہ جن کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے۔“ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”أَوْ قَدْ وَجَدْتُمُوهُ - یعنی کیا واقعی تم نے ایسی بات پائی ہے؟“... انہوں نے عرض کی، ”جی ہاں۔“ فرمایا، ”ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ - یعنی یہ تو ایمان کی



واضح علامت ہے۔“ (بخاری۔ کتاب العتق)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”اگر برے خیالات آئیں اور انہیں جمایا نہ جائے، نہ بالارادہ انہیں زبان

سے ادا کیا جائے، تو اس سے اسلام پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور جہاں تک مجبوری

ہے، گناہ بھی نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۳۲۶)

﴿کیا آپ کو معلوم ہے کہ﴾

”کفار کی کل سات اقسام ہیں۔“

اس کی تفصیل یوں ہے کہ

”اولاً کفار کی دو اقسام ہیں۔ (i) اصلی۔ (ii) مرتد۔

(1) اصلی:-

وہ کافر ہے جو شروع ہی سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔

(2) مرتد:-

وہ ہے، جو کلمہ گو ہونے کے بعد کفر کرے۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں۔ یعنی

(1) کافر اصلی مجاہر۔ (2) کافر اصلی منافق۔ (3) مرتد مجاہر۔ (4) مرتد منافق۔

ان کی تفصیل و احکام اس طرح ہیں کہ

﴿1﴾ کافر اصلی مجاہر:-

وہ ہے جو علی الاعلان کلمہ اسلام کا منکر ہو۔ اس کی مزید چار اقسام ہیں۔

(۱) دہریہ:-

یہ خدا کا انکار کرتا ہے۔

(۲) مشرک:-

یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی معبود یا واجب الوجود مانتا ہے۔ جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مانتے، لیکن معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، لیکن قدیم و غیر مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) مجوسی:-

یعنی آتش پرست۔

(۴) کتابی:-

یعنی یہودی اور عیسائی، جب کہ دہریہ نہ ہوں۔

ان اقسام میں سے پہلے تین کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ جب کہ قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا، اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

﴿2﴾ کافر اصلی منافق:-

وہ جو بظاہر کلمہ پڑھتا ہے، لیکن دل سے انکار کرتا ہے۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

﴿3﴾ مرتد مجاہر:-

وہ جو پہلے مسلمان تھا، پھر علانیہ طور پر اسلام سے پھر گیا، کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا۔ اب چاہے یہ دہریہ ہو گیا ہو... یا مشرک... یا مجوسی... یا کتابی۔

## ﴿4﴾ مرتد منافق :-

وہ جو کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ مسلمان ہی کہتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اللہ عزوجل... یا رسول اللہ (ﷺ) یا کسی نبی کی توہین... یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے کہ اس سے جزیہ (ٹیکس) نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہو سکتا، چاہے مسلمان سے کرے یا اپنے جیسے کسی مرتد سے۔ جس سے بھی کرے گا، زنائے خالص ہوگا۔ نیز یہ مرتد مرد ہو یا عورت، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۳۲۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”باہر سے آئے ہوئے صابن کے استعمال سے بچنا بہتر ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں،

”مسلمان کا بنایا ہوا صابن جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا

صابن، جس میں چربی پڑتی ہو، اگرچہ گائے یا بکری کی ناپاک و حرام ہے، دیسی

ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو، جائز ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۴۔ صفحہ ۵۷)

نوٹ :-

چونکہ باہر سے آنے والے صابنوں میں چربی کی موجودگی کی تحقیق ممکن

نہیں، تو مشکل ترین ضرور ہے، لہذا ان کے استعمال سے بچنا ہی تقویٰ و پرہیزگاری

کے قریب ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”منافق و بد مذہب سے میل جول نہ رکھنا، ان کے ساتھ تحقیرانہ

رویہ اختیار کرنا ضروری.. اور.. ان سے دینی بات سننا.. یا.. ان کی کتب کا

مطالعہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

”لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ

مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ

إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔ یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ

اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی،

اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (سورۃ المجادلہ ۲۲۔ پ ۲۸)

مزید ارشاد فرمایا،

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ

وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے

بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ



سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ، فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (توبہ۔ ۲۴)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے مسجد اقدس نبی (ﷺ) میں کسی مسافر کو بھوکا پایا۔ آپ اسے اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اور اس کے لئے کھانا منگوایا۔ جب اس نے کھانا شروع کیا، تو اس سے بد مذہبی کی کوئی بات ظاہر ہوئی۔ آپ نے فوراً حکم فرمایا، ”کھانا اٹھالیا جائے اور اسے باہر نکال دیا جائے۔“ چنانچہ حسب حکم کھانا اٹھالیا گیا اور اسے نکال باہر کیا گیا۔“

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۵ جدید۔ ص ۱۰۶)

اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہوا کہ بد مذہب کے ساتھ تحقیرانہ سلوک کرنا ہی شریعت کو مطلوب ہے، اسے بد اخلاقی میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد حضرت علامہ ابن سیرین (رحمہ اللہ) کی خدمت میں دو بد مذہب حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ”ہم کچھ آیات کلام پاک آپ کو سنانا چاہتے ہیں۔“ فرمایا، ”میں نہیں سنانا چاہتا۔“ عرض کی، ”کچھ احادیث نبوی (ﷺ) سناتے ہیں۔“ فرمایا، ”میں نہیں سنانا چاہتا۔“ انہوں نے اصرار کیا، تو فرمایا، ”تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ، ورنہ میں اٹھتا ہوں۔“ آخر وہ دونوں خائب و خاسر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کی، ”حضور! اگر ان سے کچھ آیات و احادیث سن لیتے، تو کیا حرج تھا؟“... فرمایا، ”میں نے خوف کیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ (فاسد) وضاحت و تاویل

لگا دیں اور وہ تاویلات میرے دل میں رہ جائیں اور میں ہلاک ہو جاؤں۔“

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۵ جدید۔ ص ۱۰۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کسی کافر کو اپنی موت کا یقین ہو جائے اور وہ اس وقت یا موت سے

کچھ دیر پہلے بھی کلمہ پڑھ لے، تو اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”جو پھانسی لانے سے ایک آن پہلے بھی ایمان لائے، مسلمان ہو جائے گا

اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کسی امتی کو سرورِ عالم، علیہ الصلوٰۃ، مسجودِ مخلوق، خیر الوری، انتخاب

اولیں، شافع ہر دوسرا اور سیدِ کونین کہنا، ممنوع و حرام ہے۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۲۸)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ بی بی مریم (رضی اللہ تعالیٰ

عنہا) جنت میں سید الانبیاء (ﷺ) کی ازواجِ مطہرات میں سے ہوں گی۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”شوہر کی وفات یا طلاق ہو جانے کے بعد عورت کی دوسری شادی کو برا سمجھنا اور اس پر طعن کرنا کبھی جائز اور کبھی کفر ہوتا ہے۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”اگر اسے برا کہنا رسم و رواج کے اعتبار سے ہے، تو جائز ہے اور اگر اس حوالے سے نہیں، بلکہ اسے شرعاً حرام سمجھ کر کہا ہے، تو حکم کفر ہے اور اگر شرعاً حلال سمجھا، لیکن اس فعل کے شریعت کی جانب سے حلال کئے جانے کو معاذ اللہ برا جانا، تو صریح مرتد کا حکم لگایا جائے گا۔“ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۵۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر مدتِ نفاس میں چند دن خون آکر بند ہو گیا، عورت نے نمازیں، روزے ادا کرنا شروع کر دیئے، پھر چالیس دن کے اندر اندر دوبارہ خون آگیا، تو درمیان کی نمازیں، روزے سب بے کار ہو گئے، بعد فراغت ان سب کو دوبارہ ادا کرنا ہوگا اور یہ کل دن نفاس کے ہی شمار ہوں گے۔“  
اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،

”چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے، شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے شمار ہوں گے۔ مثلاً ولادت کے دو منٹ بعد تک خون آکر بند ہو گیا۔ عورت، طہارت کے گمان کے سبب غسل کر کے نماز روزہ وغیرہ کرتی

رہی۔ چالیس دن پوری ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے کہ پھر خون آگیا، تو یہ سارا چلہ نفاس میں شمار کیا جائے گا۔ اس دوران پڑھی گئیں نمازیں بیکار گئیں، فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا، نمازیں جتنی پڑھی ہوں، انہیں پھر پھیرے۔“  
ردالمحتار میں ہے،

”ان من اصل الامام ان الدم اذا كان في الاربعين فالطهر المتخلل لا يفصل طال او قصر حتى لو رأت ساعة دما واربعين الا ساعتين طهر اثم ساعة دما كان الاربعون كلها نفاسا وعلیها الفتویٰ۔  
یعنی امام اعظم (قدس سرہ) کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو، تو درمیان میں آنے والے پاکی کے دن فاصل نہ ہوں گے، وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتیٰ کہ اگر عورت نے ایک ساعت خون دیکھا، پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی، پھر ایک ساعت خون دیکھا، تو پورے دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتویٰ ہے۔“  
(باب الحيض) (فتاویٰ رضویہ) (جدید)۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ہاتھی، احکام میں دیگر درندوں کی طرح ہے۔ نیز اس کے دانت کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرنا جائز ہیں۔“  
مراقی الفلاح میں ہے،

”انه يعنى الفيل كسائر السباع فى الاصح۔ یعنی ہاتھی اصح قول کے مطابق باقی درندوں کی مثل ہے۔“ (فصل بطہر جلد المیتہ)



اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ

”ان النبی ﷺ کان یمشط بمشط من عاج۔ یعنی نبی

کریم (ﷺ) ہاتھی دانت کا کنگھا استعمال فرماتے تھے۔“

(السنن الکبریٰ۔ باب المنع من الاذہان فی عظام الفیلۃ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جنبی شخص یعنی جس پر غسل واجب ہو، کاپسینہ پاک ہے۔“

در مختار میں ہے،

”سور الادی مطلقاً ولو جنبا و کافرا طاهراً حکم العرق

کسور۔ یعنی آدمی کا جو ٹھا مطلقاً پاک ہے، چاہے جنبی ہو یا کافر۔ اور پسینے کا حکم،

جو ٹھے کی مثل ہی ہے۔“ (باب المیاء)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”چھپکلی گر جانے کی بناء پر پانی کبھی پاک رہے گا اور کبھی ناپاک ہو جائے

گا۔“

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

”اگر چھپکلی زندہ ہے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا، بلکہ تیرتی ہی رہی اور

اس کے ظاہری بدن پر کوئی نجاست بھی نہیں، تو پانی پاک ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو نجس العین

ہے اور نہ ہی اس کے بدن پر کوئی نجاست ہے، لہذا اس صورت میں پانی پاک رہتا

ہے۔ جیسا کہ

درمختار میں ہے،

”لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا به خبث لم ینزع شیء الا ان یدخل فمه الماء فیعتبر بسؤره۔ یعنی اگر اسے زندہ نکالا گیا اور وہ نہ تو نجس العین ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گندگی و نجاست لگی ہے، تو (کنویں) سے کچھ بھی نہ نکالا جائے۔ مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے، پس اس وقت اس کے جوٹھے کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اگر یہ زندہ رہی، لیکن اس کا منہ پانی میں چلا گیا، تو اس صورت میں بھی پانی کے لئے پاکی کا ہی حکم ہوگا۔ اب اگر اس کے علاوہ دوسرا کوئی پانی موجود ہے، تو غنی کے لئے اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے یعنی گناہ نہیں، لیکن شریعت کی نظر میں اس کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔ اور.. اگر فقیر ہے، تو اس کے لئے کسی صورت میں کراہت نہیں۔“ (فصل فی البئر)

درمختار میں ہے،

”سورسوا کن البیوت طاهر للضرورة مکروہ تنزیہا ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ للفقیر۔ یعنی گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جوٹھا ضرورت کے سبب پاک ہے۔ اس کے علاوہ پانی موجود ہو، تو اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کے لئے اس کا کھانا۔“

(فصل فی البئر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”گوبر سے چھت وغیرہ لپی اور بارش برسی، تو اس سے لگ کر آنے والا

پانی ناپاک ہے۔“

اس مسئلے میں بھی کچھ تفصیل ہے۔ چنانچہ

”اگر بارش مسلسل سے گوبر مکمل طور پر دھل گیا تھا، تو اب چھت سے ٹپکنے

والا پانی پاک ہے۔

اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکنے والے پانی میں اس کا رنگ یا بو وغیرہ محسوس

ہوئے، تو یقیناً ناپاک ہے۔

اور اگر گوبر باقی ہے، لیکن ٹپکنے والے پانی میں رنگ یا بو بالکل محسوس نہیں

ہو رہی، تو اگر ابھی بھی بارش جاری ہے، تو یہ پانی پاک ہے اور بند ہو چکی ہے، تو

ناپاک۔“ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۴۔ صفحہ ۴۷۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”عیسائیوں کی کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال مکروہ و ممنوع ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس کی وجہ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں،

”عیسائیوں کے مذہب میں خون حیض کے علاوہ، شراب پیشاب پاخانہ،

غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب

کے خلاف سمجھتے ہیں۔ تو بظاہر یہ نجاستوں سے آلودہ ہی رہتے ہیں۔

امام ابن الحاج مکی ”مدخل“ (فصل فی ذکر الشراب الذی يستعمله المريض) میں فرماتے ہیں،

”یتعین علی من له امران یقیم من الاسواق من یشغل

بہذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائية كشراب العناب وشراب البنفسج  
وغير ذلك) من اهل الكتاب لان النصارى عندہم ابو الہم  
طاہرو لا یتدینون بترك النجاسة الا دم الحيض فقط فالشراب  
الماخوذ من النصارى الغالب علیہ انه متنجس۔

یعنی صاحب اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھا  
دے، جو اس کام میں مشغول ہیں (یعنی "اس کام" سے آپ نے دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے  
عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچنا مراد لیا) کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ  
خون حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ لہذا عیسائیوں سے  
حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔“

چنانچہ ان کی چھوٹی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً ”مکروہ و  
ناپسندیدہ“ ہے، جیسے بھگے ہوئے پان۔

اور یہاں ایک نفیس و باریک نکتہ اور ہے، جس کی بناء پر ”ان کی اشیاء کے  
استعمال کے مکروہ“ ہونے کا حکم، تر اور خشک، دونوں قسم کی چیزوں کو شامل ہوگا۔ اور وہ  
یہ ہے کہ

”شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے، یونہی ایسی جگہوں سے  
بچنا بھی ضروری ہے کہ جہاں انسان پر کسی قسم کی تہمت لگ سکتی ہو۔۔ اور۔۔ بلا وجہ شرعی  
اپنے اوپر دروازہ طعن کھولنا ناجائز ہے۔۔ اور۔۔ مسلمانوں کو اپنی غیبت اور بدگوئی  
میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع ہے۔ نیز انہیں اپنے سے نفرت دلانا فتیج  
و شنیع ہے۔ احادیث و اقوال ائمہ دین سے اس پر صمد ہاد لائل ہیں۔ مثلاً



سید الانبیاء (ﷺ) کا فرمان ہے،

”بَشِّرُوا وَلَا تُنْفِرُوا۔ یعنی خوشخبری دو، تنفر نہ کرو۔“

(بخاری۔ باب ما کان النبی (ﷺ) .....)

نیز ارشاد فرمایا،

”إِيَّاكَ وَمَا يَعْتَدِرُ مِنْهُ۔ یعنی جس بات سے عذر بیان کرنا پڑے، اس

سے بچو۔“ (اتحاد السادة المتقين۔ بیان ذم الحرص والطمع)

مزید ارشاد ہوتا ہے،

”إِيَّاكَ وَمَا يَسُوءُ الْأُذُنَ۔ جو بات کان کو اچھی نہ لگے، اس سے

بچو۔“ (مسند امام احمد بن حنبل۔ حدیث ابولفادیہ رضی اللہ عنہ)

اور فرمان عالیشان ہے کہ

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ

التَّهْمِ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ ہر گز تہمتوں کی جگہ پر کھڑا

نہ ہو۔“ (مرآتی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی۔ باب ادراک الفریضۃ)

ان تمام احادیث کریمہ کی روشنی میں عیسائیوں کی اشیاء میں استعمال سے

کیا نفع ہوگا اتنا کہ مسلمان نفرت محسوس کریں، بدنام کریں، غیبت میں مبتلاء ہوں۔

چنانچہ ان کا بھیگا ہوا پان نہ کھایا جائے اور اسی طرح اگر ان کی شیرہ پی ان مفاسد کا

دروازہ کھولتی ہے کہ جن کا ذکر احادیث پاک میں ہوا، تو اس سے بچنا بھی تہر عا در کار۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۵۴)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

ضروریات دین کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ اس کا ثبوت قطعی دلائل سے ہی کیوں نہ ہو۔“

اولاً ضروریات دین کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں کہ جن کے علم میں عوام و خواص برابر شریک ہوں۔ عوام سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کا دین کے ساتھ تعلق اور علماء کے ساتھ میل جول ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد (۱) جدید۔ صفحہ ۱۸۱)

چند ضروریات دین یہ ہیں۔

- (۱) اللہ عز و جل کا موجود و واحد و معبود ہونا۔ (۲) وجود انبیاء علیہم السلام۔
  - (۳) قرآن کا اللہ عز و جل کا کلام ہونا۔ (۴) اس میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہ ہونا۔
  - (۵) جنوں، جنت اور دوزخ کا وجود۔ (۶) فرشتوں اور حساب و کتاب کا وجود۔
  - (۷) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا گمراہی پر متفق نہ ہونا۔ (۸) حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا صحابی ہونا۔ (۹) اللہ عز و جل کا بے عیب ہونا۔ (۱۰) عالم کا حادث ہونا۔ (۱۱) انبیاء (علیہم السلام) کے معجزات۔ (۱۲) نماز و روزے کی فرضیت۔ غیر ہا
- اب مذکورہ مسئلے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں،

”غرض، ضروریات کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ ثابت

بالقواطع ہو کہ عند تحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، مگر اس کا انکار کہ جس کی تصدیق نے اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔ اور وہ فقط ضروریات دین ہی ہیں۔ کما حقہ العلماء المحققون من الائمة المتکلمین (یعنی جیسا کہ ائمہ متکلمین میں سے محققین علماء نے تحقیق کی ہے)۔ اسی بناء پر خلافتِ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں، حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات (مثلاً اجماع صحابہ) سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۰۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”سید کونین (ﷺ) کی لائی ہوئی باتوں کا انکار کرنا کفر ہے اور اس انکار کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) التزامی.... (۲) لزومی....“

اولا یاد رکھیں کہ رحمت کونین (ﷺ) اپنے رب عزوجل کی جانب سے جو کچھ لے کر تشریف لائے، ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا، ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی بات کو جھٹلانا، اس کا انکار کرنا... یا.. اس میں شک کرنا، کفر۔

پھر یہ انکار دو طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) التزامی... (۲) لزومی....

(۱) التزامی :-

یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا صراحتہ انکار کیا جائے، یہ قطعاً

اجماعاً کفر ہے، اگرچہ کہنے والا خود کو مسلمان کہتا رہے۔ اور نام کفر سے چڑکھائے۔

کفر التزائی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی شخص صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرے، جیسا کہ بعض جہال کا خیال ہے۔ بلکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو انکار اس سے صادر ہوا.. یا.. جس بات کا اس نے دعویٰ کیا، وہ بذاتِ خود کفر اور ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کی مخالف ہو۔ جیسے کسی کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، جن، فرشتوں، شیطان، آسمان، جنت، دوزخ یا معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام) کا انکار کرنا۔

## (۲) لزومی :-

یہ ہے کہ جو بات کسی نے کہی، وہ بعینہ تو کفر نہ ہو، لیکن کفر تک پہنچا دینے والی ہو۔ یعنی ایسی بات ہو کہ اگر اس کی قباحتوں پر غور کرتے چلے جائیں، تو آخر کار بطورِ نتیجہ، ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار لازم آئے۔ مثلاً خلافتِ صدیق و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا انکار کرنا کہ بعینہ کفر نہیں، لیکن اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ چونکہ ان دو خلفاء کے انتخاب میں تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) متفق تھے، لہذا ان کی خلافت کا انکار، بظاہر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بالاتفاق کئے گئے فیصلے کا انکار نظر آئے گا، وہ اتفاق کہ جسے اصطلاحِ شرع میں اجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے اجماع کا انکار، کفر ہے۔ چنانچہ بلحاظِ نتیجہ، مذکورہ انکار کفر نظر آتا ہے۔

اس قسم کے انکار میں علمائے اسلام مختلف ہو گئے۔ چنانچہ جنہوں نے کلام کے انجام اور ان الفاظ سے لازم آنے والی چیز پر نگاہ رکھی، انہوں نے حکمِ کفر دیا.. اور.. جن علماء نے صرف کلمات کو پیش نظر رکھا، انہوں نے اسے فقط گمراہی قرار



دیا۔ اور تحقیق یہی ہے کہ یہ کفر نہیں، بلکہ بدعت و بد مذہبی و ضلالت و گمراہی ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۵۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر ضروریات دین کے لئے بالخصوص کوئی نص قطعی موجود نہ ہو، تب بھی

اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“

مذکورہ کلام کی وضاحت یہ ہے کہ

”ضروریات دین کے ثبوت کے لئے کسی واضح آیت و حدیث کا ہونا

ضروری نہیں، کیونکہ یہ خود انتہائی واضح و روشن ہوتی ہیں، لہذا اپنے ثبوت کے سلسلے

میں کسی بھی شرعی حکم کے ثبوت سے مستغنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ضروریات دین میں

سے کسی مسئلے کے لئے واضح نص نہ بھی ملے، تب بھی اس کا انکار کرنے والا کافر

ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) کے ارشادات کا خلاصہ ہے کہ

”اصل مدار ضروریات دین ہیں اور ضروریات، اپنے ذاتی روشن ثبوت کے

سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کے ثبوت پر کوئی نص

قطعی بالکل نہ ملے، جب بھی ان کا حکم وہی رہے گا کہ انکار کرنے والا یقیناً کافر۔ مثلاً

تمام عالم حادث ہے یعنی پہلے نہ تھا، بلکہ عدم سے وجود میں آیا۔ یہ بات واضح طور پر کسی

بھی آیت یا حدیث میں نہ ملے گی۔ مگر علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی غیر خدا کو قدیم

مانے یعنی یوں کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ چیز ہمیشہ سے ہے، عدم سے وجود میں نہ آئی

تو قطعاً کافر ہے۔ وجہ وہی ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے، لہذا اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔

ابن حجر (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

زاد النوری فی روضة ان الصواب تقيده بما اذا جحد مجمعا عليه يعلم من دين الاسلام ضرورة سواء كان فيه نص ام لا۔ یعنی علامہ نووی نے روضہ میں اتنا مزید کیا کہ درست یہ ہے کہ اسے اس چیز سے مقید کیا جائے، جسکا ضروریات اسلام سے ہونا، بالا جماع معلوم ہو، اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔“ (الاعلام بقواطع الاسلام مع بل النجاة۔ صفحہ ۳۵۳)

یہی وجہ ہے کہ ضروریات دین کے سلسلے میں انکار کرنے والے کی کسی وضاحت کو قبول نہ کیا جائے گا، کیونکہ جو خود واضح و روشن ہو، اسے کسی قسم کی وضاحت کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۲۶۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو چیز بالاتفاق کفر ہو، اس سے عمل و نکاح باطل اور اولاد ذولذنا قرار پاتی ہے۔ اور جس میں علماء کا اختلاف ہو، وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کروایا جائے گا۔“

در مختار میں ہے،

”ما یكون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی و مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبہ وتجديد النکاح۔ یعنی جو (قول یا

(نفل) بالاتفاق کفر ہو، اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اس کی اولاد ولد الزنا قرار پاتی ہے اور جسمیں اختلاف ہو، وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کروایا جائے گا۔“ (باب المرتد)

ما قبل مسئلہ سے واضح ہے کہ جہاں ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار ثابت ہو جائے، وہاں بالاتفاق کفر ثابت ہوگا، ورنہ مع الاختلاف۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”مرد عورت میں سے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک، جب کفر کا اظہار کر دے، تو ان کا حکم مرتدوں والا ہوگا یعنی ان کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔“

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ

”ان کا نایظہر ان الکفر او احد ہما کا نایمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحہما ویصح نکاح المرأة مع الثانی۔ یعنی مرد و عورت دونوں یا ان میں سے ایک کفر کا اظہار کرے، تو یہ بمنزلہ مرتد کے ہوں گے، ان کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا درست ہوگا۔“

(جلد اول۔ کتاب النکاح۔ باب المحرمات۔)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر بچہ سات برس کا ہو اور اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو، تو اس کے کفر و اسلام اختیار کرنے کا اعتبار ہوگا۔“

مثلاً اگر کسی سات سالہ اور تمیز رکھنے والے بچے کے ماں باپ کافر ہیں اور وہ اپنے ماں باپ کے برخلاف اسلام قبول کر لیتا ہے، تو اسے مسلمان شمار کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں پر اسے غسل و کفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا فرض ہوگا۔

اور اگر مسلمانوں کا بچہ اسی عمر و حالت تمیز میں ہو اور (معاذ اللہ) کوئی دوسرا مذہب قبول کر لے، تو مرتد ہو جائے گا، اگر اسی حالت میں مرا، تو کفر کی موت مرا۔ اب مسلمانوں پر اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک کرنا حرام ہوگا۔  
تنویر الابصار میں ہے،

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ والعاقل المميز۔ یعنی جب عقل رکھنے والا بچہ مرتد ہو جائے، تو اس کا ارتداد درست ہوگا، جیسے اس کا اسلام لانا درست ہے اور عاقل سے مراد امتیاز کرنے والا ہے۔“ (باب المرتد)  
اس کی شرح در مختار میں ہے،

وہو ابن سبع فاکثر۔ امتیاز کرنے والا بچہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا (ہوتا) ہے۔ (باب المرتد)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر سات برس کا ایسا بچہ ہو کہ جس کا کفر و اسلام کچھ بھی ظاہر نہ ہو... یا.. اس سے کم عمر میں ہی فوت ہو گیا، تو اب اس کے کفر و اسلام کا معیار اس کے ماں باپ کا کفر و اسلام ہوگا اور اگر ماں باپ کا مذہب جدا جدا



ہو، تو بچہ، بہتر دین والے کے تابع ہوگا۔“

یعنی مذکورہ صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس کے والدین مسلمان ہیں یا کافر۔ اگر خدا نخواستہ کافر ہوں، تو یہ بچہ بھی کافر شمار ہوگا۔

در مختار میں ہے،

زوجان ارتداد فولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیتہ لابویہ۔

یعنی اگر ماں باپ (معاذ اللہ) دونوں مرتد ہو گئے، پھر عورت نے بچہ جنما، تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ وہ دین میں اپنے والدین کے تابع ہے۔“

(باب المرتد)

اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، تو اب اسے مسلمان قرار دیں گے، کیونکہ بچہ ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے، جو دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔

تنویر الابصار میں ہے،

الولد یتبع خیر الابوین دینا۔ یعنی بچہ والدین میں سے اس کے تابع

ہوگا، جو دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔“ (باب المرتد)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کسی کا دل ایمان پر مضبوط ہو اور زبان سے مجبوراً کلمہ کفر نکالے،

تو اس سے کافر نہ ہوگا۔ ہاں اگر حالتِ خوشی میں کلمہ کفر ادا کیا، چاہے دل

ایمان پر مطمئن ہو، کافر ہو جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَن اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ

مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِن مِّنْ شَرَحٍ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ

غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو، سوا

اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں جو دل کھول کر کافر

ہو، ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔“ (پ ۱۳۔ النحل۔ ۱۰۶)

لیکن اس مقام پر مجبوری کا درست مطلب جاننا بھی بے حد ضروری

ہے۔ چنانچہ شرعی لحاظ سے جس مجبوری کو کلمہ کفر کہہ دینے کے لئے عذر شمار کیا گیا

ہے، وہ اس وقت متحقق ہوگی کہ

”کوئی جان سے مارنے یا کسی عضو کے ضائع کر دینے کی دھمکی دے

اور جس کو دھمکی دی گئی اسے یقین کامل ہو کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی، تو جو کہہ رہا ہے،

یقیناً کر گزرے گا۔“ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ)

یہ حالت ”حالتِ اکراہ“ کہلاتی ہے اور جسے مجبور کیا گیا، اسے ”مُکْرِه“

اور اس مجبوری کو ”اکراہِ شرعی“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اکراہِ شرعی کے علاوہ کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا، دائرہ اسلام

سے باہر کروا کر غضبِ الہی میں گرفتار کروادے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”رجل کفر بلسانہ طائعاً وقلبه مطمئن بالایمان یکون

کافر اولایکون عند اللہ تعالیٰ مؤمننا۔ یعنی ایک شخص نے بحالتِ خوشی اپنی زبان سے کفر کا ارتکاب کیا، حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا، تو وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن شمار نہ ہوگا۔“ (باب المرتد)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

”اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا وعدمافاذا بدله بغيره فی وقت یکون متمکنا من اظهاره کان کافرا واما اذا زال تمکنه من الاظهار بالا کراه لم یصر کافرا۔ یعنی زبان دل کی ترجمان ہے، تو یہ (دل میں) تصدیق کے (موجود) ہونے یا نہ ہونے کی دلیل ہوگی۔ پس جب اس نے اسے (یعنی تصدیق کو) اظهارِ ایمان پر قادر ہونے کے وقت اس کے غیر (یعنی اظہارِ کفر) سے بدل دیا، تو کافر ہو گیا اور اگر اکراه کے سبب اظہارِ ایمان پر قادر نہ ہو، تو کافر نہ ہوگا۔“ (باب الایمان ہوالاقرار والتصدیق)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص اپنی ذات کے لئے ثبوتِ کفر پر راضی ہو، علمائے اسلام اس پر

متفق ہیں کہ وہ کافر ہے۔“

منح الروض میں ہے،

”من رضی بکفر نفسه فقد کفرای اجماعا۔ یعنی جو اپنی ذات

کے کفر پر راضی ہوا، وہ بالاتفاق کافر ہے۔“ (فصل فی الکفر صریحا وکناہ)

مثلاً کسی شخص نے کفار کی کوئی علامت اختیار کی، جیسے گلے میں صلیب لٹکا

لینا، تو یہ کفر پر رضا مندی کی علامت ہے، کیونکہ ماقبل گزرا کہ یہ فعل کفر ہے، اور جو کفر پر راضی ہوا، وہ کافر ہے، لہذا ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں اگرچہ وہ شخص اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف بھی کرتا رہے، لیکن اس کا یہ اعتراف قابل قبول نہ ہوگا۔

اعلام بقواطع الاسلام میں ہے،

”کذا (ای یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انه

لا یصدر الا من کافروان کان صاحبہ مصرحاً یا لا سلام مع فعلہ

کالمشی الی الکنائس مع اہلہا بزیتہم من الزنا یرو غیرہا۔ یعنی اسی طرح

وہ بھی کافر ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا کہ جس کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق

ہے کہ یہ صرف کافروں سے ہی سرزد ہو سکتا ہے، اگرچہ وہ شخص اس فعل کے ساتھ اپنے

مسلمان ہونے کا اعلان کرتا پھرے، مثلاً اہل زنا نیر کے ساتھ زنا رہیں کران کے

گرجوں میں جانا۔“ (فصل آخر فی الخطاء)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کلمات کفر کہنے کے بعد یہ عذر پیش کرنا کہ میری زبان پھسل گئی

تھی، شرعاً ناقابل قبول ہے۔“

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (ﷺ) میں ہے،

”لا یعذر احد فی الکفر بدعوی زلل اللسان۔ یعنی کفر کے

ارتکاب کے بعد زبان کے پھسل جانے کا عذر قبول نہ کیا جائے گا۔“ (قال القاضی تقدم الکلام)



اس مقام پر عذر قبول نہ کرنے کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اگر نرمی اختیار کی جائے تو اللہ عز و جل اور اس کے حبیب کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والا ہر شخص بدکلامی کے بعد زبان پھسل جانے کا عذر بیان کر کے بچ جائے گا۔ لامحالہ ارتکاب کفر پر جرأت عام ہو جائے گی۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو کلمہ کفر کہے اور دوسرا اسے سن کر ہنس دے یعنی اس سے راضی رہے، انکار نہ کرے بلکہ قبول کر لے، تو دونوں کافر ہو جائیں گے۔“  
شرح فقہ اکبر میں ہے،

”من تكلم بكلمة الكفر وضحك به غيره كفر اولو تكلم  
مذكرو قبل القوم ذلك كفروا۔ جو کلمہ کفر کہے اور دوسرا اس پر ہنس دے، تو  
دونوں کافر ہو جائیں گے یا اگر کوئی واعظ کلمہ کفر کہے اور قوم اسے قبول کر لے، تو سب  
کافر ہو جائیں گے۔“ (مطلب فی ایراد الالفاظ المکفرة الخ....)  
اعلام میں ہے،

”من تلفظ بلفظة الكفر ويكفر و كذا كل من ضحك عليه  
او استحسنه او رضى به يكفر۔ جس نے کوئی کلمہ کفر کہا، وہ کافر ہو گیا اور اسی  
طرح وہ بھی کافر ہو جائے گا کہ جو اس پر ہنس دیا۔ یا۔ اس نے اسے اچھا سمجھا یا اس پر  
راضی ہوا۔“ (الاعلام بقواطع الاسلام)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو اپنے مسلمان ہونے کا انکار کر دے .. یا.. خود کو کافر کہے، کافر

ہے، چاہے کہتا ہو کہ مجھے مسئلے کا علم نہ تھا۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے، وہ مسلمان

نہیں، اسے توبہ کرنے کے بعد تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی لازم ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۲۷۰)

الاشباہ والنظائر میں ہے،

”قيل له انت كافرة فقالت انا كافرة كفرت - یعنی کسی نے عورت

کو کہا، تو کافرہ ہے۔“ اس نے کہا، ”(ہاں) میں کافرہ ہوں۔“ تو وہ کافرہ ہو گئی۔“

(کتاب السیر - باب الردۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”مسلم قال انا ملحد يكفر ولو قال ما علمت انه كفر

لا يعذر منه - یعنی اگر کوئی مسلمان کہے، ”میں ملحد ہوں“ تو کافر ہو جائے گا، اگرچہ کہے

کہ مجھے اس سے کافر ہو جانے کا علم نہ تھا، اس کا یہ عذر قبول نہ کیا جائے گا۔“ (باب

موجبات الکفر انواع)

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ نوکری یا ویزے کے حصول، کسی اچھے اسکول

یا کالج یا یونیورسٹی میں داخلے .. یا.. بینک اکاؤنٹ سے کٹنے والی زکوٰۃ کو بچانے کے

لئے خود کو کافر کہنے یا لکھوانے کا ارتکاب، دائرہ اسلام سے خارج کر دے گا۔

❦ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بغیر کسی وجہ صحیح کے کافر کہہ دے اور نیت اسے کافر قرار دینے کی ہی ہو، برا بھلا یا بطور گالی کہنا مقصود نہ ہو تو، ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔“

شفیع محشر (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،

أَيُّمَا امْرَأَةٍ قَالَتْ لِاخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَالْأَرْجَعَتْ عَلَيْهِ - یعنی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو یہ کفران دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر سامنے والا اسی طرح ہو جیسے اس نے کہا (تو اس کی طرف) ورنہ اس کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔“

(مسلم - کتاب الایمان)

در مختار میں ہے،

عُزِّرَ الشَّامُ بِمَا كَفَرُوا بِهِ لِيَكْفُرَ إِنْ اعْتَقَدَ الْمُسْلِمُ كَافِرًا نَعَمَ وَالْأَلَا بَهُ يَفْتَنِي - یعنی کسی مسلمان کو یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے کو تعزیراً سزا دی جائے گی اور کیا اپنے مسلمان بھائی کو اعتقاداً کافر کہنے والا کافر ہوگا؟ تو ہاں (وہ کافر ہوگا) اور اگر اس اعتقاد کے ساتھ نہیں کہا، تو نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔“ (باب التعزیر)

اعتقاداً کافر کہنے سے کافر ہونے کی علت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

”لأنه لما اعتقد المسلم كافراً فقد اعتقد دين الإسلام كفراً -

یعنی کیونکہ جب اس نے مسلمان کو کافر جانا، تو اس نے (معاذ اللہ) دین اسلام کے کفر

ہونے کا اعتقاد کیا۔“ (رد المحتار۔ باب التعزیر)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

”المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل فی هذه السائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان اراد الشتم ولا يعتقه كافر الا يكفر ان كان يعتقه كافر افخاطبه بهذا بناء على اعتقاده انه كافر يكفر۔ یعنی ایسے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد گالی دینا اور فقط برا کہنا ہو اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ ہو، تو کہنے والا کافر نہ ہوگا اور اگر اسے کافر اعتقاد کر کے مخاطب کیا، تو اب کافر ہو جائے گا۔“

(الباب التاسع فی احکام المرتدین)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کلمہ کفر صادر ہونے پر توبہ کے بعد دوبارہ نکاح کے لئے دو گواہ ضروری ہیں، یہ عام ہے کہ وہ اجنبی ہوں۔ یا۔ اپنے جوان بیٹا بیٹی، بہن بھائی اور نوکر چاکر میں سے کوئی۔“

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”معاذ اللہ جس سے کلمہ کفر صادر ہو، اسے توبہ کے بعد تجدید نکاح کا حکم لازم ہے اور نکاح دو گواہوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ وہ دو مرد ہوں۔ یا۔ ایک مرد اور دو عورتیں۔ عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ گواہ نکاح کے ایجاب و قبول کو ایک سلسلہ میں سنیں



اور یہ سمجھ رہے ہوں کہ نکاح ہو رہا ہے کہ بغیر اس کے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ کچھ ضروری نہیں کہ وہ غیر ہی ہوں، بلکہ اپنا بیٹا بیٹی، بھائی بہن یا نوکر چاکر میں کسی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں، کافی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ۱۳۔ صفحہ ۳۱۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ و مکان... یا... سمت و جہت ثابت کرنا کفر

ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ کسی مکان (یعنی جگہ) میں ہے

... یا... خاص سمت مقرر کرنا کہ وہ اوپر یا نیچے ہے، ہر طرح کفر ہے۔ ہاں اگر مکان یا

جہت ثابت کرنا مقصود نہیں، نہ ہی اس کا عقیدہ رکھتا ہو، بلکہ احادیثِ کریمہ کے

ظاہری مضامین کو حکایت کرنا مقصود ہو، تو اب کافر نہ ہوگا، لیکن عوام کے سامنے اس

سے بھی بچا جائے۔

البحر الرائق میں ہے کہ

”ان قال الله تعالى في السماء فان قصد حكاية ما جاء في

ظاهر الاخبار لا يكفر وان اراد المكان كفروا لم يكن نية كفر

عند الاكثر وهو الاصح وعليه الفتوى۔ یعنی اگر کسی نے کہا ”اللہ تعالیٰ آسمان

میں ہے“، پھر اس سے اس مضمون کو بعینہ بیان کرنے کا ارادہ کیا، جو ظاہر احادیثِ

کریمہ سے حاصل ہوتا ہے، تو کافر نہیں اور اگر اس نے مکان مراد لیا، تو کافر

ہوگا اور اگر کوئی ارادہ نہ کیا، تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔“ (باب احکام المرتدین)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ

”یکون کفر الان الله تعالى منزہ عن مکان۔ یعنی یہ کفر ہوگا، اس

لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔“ (کتاب السیر۔ باب یکون کفرا و مالا یکون کفرا)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ

”یکفر لانه اثبت المکان لله تعالى۔ یعنی وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کیا ہے۔“ (فصل الثانی فی الفاظ الکفر)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

”یکفر باثبات المکان لله تعالى۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت

کرنے کے سبب کافر قرار دیا جائے گا۔“ (فصل الثانی فی الفاظ الکفر)

ابن حجر مکی (قدس سرہ)، علماء اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر کفر یہ کلمات کو نقل کرتے

ہوئے لکھتے ہیں،

”اوقال الله تعالى في السماء عالم اوعلى العرش وعنى به

المكان اولى له نية اوقال ليس له نية اوقال ينظر اليها ويصبرنا من

العرش اوقال هو في السماء اوعلى الارض اوقال لا يخلو منه مكان

اوقال الله تعالى فوق وانت تحته۔ یعنی یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عالم

ہے یا عرش پر اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اس کی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ ہمیں عرش سے دیکھتا ہے یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین پر ہے یا کہتا ہے

کہ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے اور تو نیچے ہے (تو ان سب صورتوں میں کافر ہو جائے گا)۔“ (اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاة۔ مقدمہ کتاب)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو اللہ عزوجل کے لئے ایسا وصف ذکر کرے، جو اس کی شان کے لائق نہیں.. یا.. اسے جہالت، عجز یا نقص کی جانب منسوب کرے، کافر ہے۔“  
فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”یکفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او ينسبه الى الجهل او العجز او النقص۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کو کسی ایسے وصف سے متصف کرے، جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اسے جہل، عجز یا نقص کی جانب منسوب کرے، تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔“ (الباب التاسع فی احکام المرتدین)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات مثلاً قدوس، رحمن یا قیوم وغیرہ کو کسی مخلوق کے لئے ثابت کرے، کافر ہے۔“  
مجمع الانھار میں ہے،

”اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقيوم والرحمن وغيرها يكفر۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے اسمائے مختصہ میں کسی اسم کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس یا قیوم یا رحمن کہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔“ (باب المرتد)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبی کے کلمات کہے، چاہے مصیبت

و پریشانی میں ہی کیوں نہ ہوں، کافر ہے۔“

جامع الفصولین میں ہے،

”ابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی وولدی واخذت

کذا وکذا فماذا فعل ایضاً وماذا بقی لم تفعله وما شبهه من الالفاظ

کفر۔ ایک شخص نے مختلف مصائب میں گرفتار ہو کر کہا (اے اللہ!) تو نے میرا مال

، میری اولاد اور میرا یہ یہ چھین لیا، اس کے بعد اور کیا کرے گا اور باقی رہ ہی کیا گیا ہے

، جو تو نے نہیں کیا اور اس کی مثل دیگر الفاظ کہے، تو یہ کفر ہے۔“

(فصل فی مسائل کلمات الکفر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو وعظ و تقریر گستاخی رسول (ﷺ) پر مشتمل ہو، اس کا کرنے والا

اور اسے سن کر پسند کرنے والے، سب کے سب کافر ہو جائیں گے۔“

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک شخص کے بارے میں سوال

ہوا جس نے دوران بیان یوں کہا تھا کہ

”حضور (ﷺ) نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج

تک کسی کے ایسے نہ ہوئے۔ (معاذ اللہ) اس تکبر کی بناء پر حضور کا دندان اقدس جنگ

احد میں شہید ہو گیا تھا۔“



آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا،

”اس نے حضور اقدس (ﷺ) کے بارے میں معاذ اللہ ”تکبر“ کا لفظ

کہا، یہ صریح کفر ہے۔ وہ ایمان سے نکل گیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔

اس نے جیسے یہ کلمہ مجمع میں کہا، اسی قسم کے مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے۔ اگر نہ

سرے سے اسلام نہ لائے، تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس

بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے، تو اسے پوچھنے جانا

حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل و کفن دینا حرام، اس کے

جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، اسے مرنے کے

بعد کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو اسے مسلمان سمجھتا رہے اور

اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرے، بلکہ اس کے کفر میں شک بھی کرے، تو وہ

خود بھی کافر جائے گا۔ اور اگر اس روایت کو سن کر پسند کیا، تو وہ سب پسند کرنے والے

اس کی مثل کافر ہو گئے اور انکی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۴۷)

خیال رہے کہ گستاخوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ اختیار کرنے کا حکم، خود

رحمت کوئین (ﷺ) کے حکم مبارک کی روشنی میں اخذ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان

رسول (ﷺ) ہے،

”لَا تُسَبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ

يُسَبُّونَ أَصْحَابِي فَإِنْ مَرَضُوا فَلَا تُعَوِّدُوهُمْ وَإِنْ مَا تُوَافَلَا

تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَنَاجَوْهُمْ وَلَا تُوَارِثُوهُمْ وَلَا تَسْلِمُوا عَلَيْهِمْ وَلَا

تَصَلُّوْا عَلَیْهِمْ۔ یعنی میرے اصحاب کو گالی مت دو، کیونکہ آخر زمانے میں ایک قوم آئے گی، جو میرے اصحاب کو گالی دے گی، پس اگر وہ بیمار ہو جائیں، تو ان کی عیادت نہ کرنا، اگر مر جائیں، تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا، ان سے ایک دوسرے کا نکاح نہ کرنا، نہ انہیں وراثت میں سے حصہ عطا کرنا، نہ انہیں سلام کرنا اور نہ ہی ان کے لئے رحمت کی دعا کرنا۔“ (کنز العمال۔ کتاب الفضائل۔ حدیث ۳۲۵۳۹)

وجہ استدلال واضح ہے کہ جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو گالی دینے والے کے بارے میں یہ حکم فرمایا گیا، تو خود سید الانبیاء (علیہم السلام) کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والے سے اجتناب کس قدر فرض ہوگا؟.... یقیناً ایک صاحب ایمان اور زندہ دل ذی شعور پر یہ امر ہرگز مخفی نہیں رہ سکتا۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اگر کوئی حبیبِ کبریا (ﷺ) کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمتوں کا انکار کرے.. یا.. سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر کسی برے کام کی تہمت لگائے.. یا.. سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت کا انکار کرے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔“

شرح ملتقى الابحار میں ہے،

یکفر بقوله ما كان علينا نعمة النبي صلى الله عليه وسلم لان البعثة من اعظم النعم وبقدفه عائشة رضي الله تعالى عنها وانكاره صحبة ابي بكر رضي الله عنه۔ یعنی وہ شخص کافر ہو جائے گا، جو یہ کہے کہ ہم پر

رسول اللہ (ﷺ) کی کوئی نعمت نہیں، کیونکہ آپ کی بعثت مبارکہ سب سے بڑی نعمت ہے.. یا.. سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت لگاتا ہے.. یا.. سیدنا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت کا انکار کرتا ہے۔“ (مجمع الانہار شرح مفتی الامام - باب المرتد)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص ایسی تحریر لکھے، جس میں سید الانبیاء (ﷺ) کی شان میں گستاخی کی گئی ہو، جو اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھے، جس کی نگرانی میں ایسا مضمون تیار ہوا، جو اس کا دیگر زبان میں بخوشی ترجمہ کرے اور جو اسے پڑھ کر اپنے نبی کی توہین پر راضی رہے.. یا.. اسے معمولی تصور کرے، یہ سب اشخاص کافر و مرتد ہیں، چاہے بالغ ہوں یا نابالغ۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک امتحانی پرچے میں گستاخی رسول (ﷺ) پر مشتمل مواد شامل کرنے والے ممتحن، اس کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے پر مامور دو اشخاص، اس پر نظر ثانی کرنے والوں اور ان مسلمان طلباء کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جنہوں نے نمبر حاصل کرنے کے لالچ میں اسے حل کیا۔  
آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ یعنی

اور جو رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ ۱۰ - توبہ - ۶۱)

☆ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ یعنی بے شک جو ایذا دیتے

ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (پ ۲۲۔ الاحزاب۔ ۵۷)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا، وہ کافر و مرتد ہے۔ جس جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا، وہ بھی کافر و مرتد۔ جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ بھی اور طلباء میں سے جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی رہے.. یا.. اسے ہلکا جانا.. یا.. اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر و مرتد ہو گئے۔ بالغ ہوں خواہ نابالغ۔ ان چاروں فریق میں سے ہر ایک سے مسلمانوں کو سلام و کلام حرام، میل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے، تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ یہ فعل خود کفر اور تعلق اسلام کو قطع کرنے والا ہے۔ یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں۔ اور ان میں جو شادی شدہ تھے، ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی، تو حرام اور زنا سے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی، ولد الزنا ہوگی۔ ان کی بیویوں کو شرعاً



اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

پھر ان میں سے جسے ہدایت نصیب ہو اور وہ توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہو مسلمان ہو، تو جتنے احکام اس کی موت سے متعلق ذکر ہوئے، ان پر عمل نہ کیا جائے گا۔ لیکن اس سے میل جول کی ممانعت پھر بھی باقی رہے گی۔ یہاں تک اس کے حال سے صدق و ندامت و خلوص توبہ و صحت اسلام ظاہر و روشن ہو۔ مگر عورتیں اب بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں، انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کر لیں... یا.. کسی سے نہ کریں، ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ ہاں اگر ان کی مرضی ہو، تو ان کے اسلام لانے کے بعد ان سے بھی نکاح کر سکتی ہیں۔

شفاء شریف میں ہے کہ

”اجمع العلماء ان شاتم النبى ﷺ المتنقص له

کافر و الوعيد جار عليه بعذاب الله تعالى له و حكمه عند الامة القتل و من شك فى كفره و عذابه فقد كفر۔ یعنی علماء اسلام نے اس پر اتفاق کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الہی کی وعید جاری ہے۔ اور وہ امت کے نزدیک واجب القتل ہے۔ اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے، بے شک وہ بھی کافر ہو گیا۔“

(القسم الرابع فی وجوب الاحکام.....)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ

”لو ارتدوا العیاذ باللہ تعالیٰ تحرم امراته ویجدد النکاح بعد

اسلامه و المولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطیء بعد التکلم بکلمة

الكفر ولد زنا ثم ان اتى بكلمة الشهادة على العادة لا يجديه مالم يرجع عما قاله لان باتيانهما على العادة لا يرتفع الكفر الا اذا سب الرسول ﷺ او واحد من الانبياء عليهم الصلوة والسلام فلا توبة له واذا شتمه عليه الصلوة والسلام سكران لا يعفى واجمع العلماء ان شتمه كافر ومن شك في عذابه وكفره كفر۔ یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے، اس کی بیوی (اس پر) حرام ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ اسلام لائے، تو اس سے نکاح جدید کیا جائے۔ اور کلمہ کفر کے کہنے کے بعد اور اسلام لانے سے قبل وطی سے جو بھی بچہ پیدا ہوگا، حرام کا ہوگا۔ پھر اگر ایسے شخص نے کلمہ شہادت کو بطور عادت پڑھا، تو اسے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا، جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے کہ جو اس نے کہا تھا۔ کیونکہ کلمہ شہادت کو عادت پڑھ لینے سے کفر نہیں اٹھے گا۔ جو شخص رسول اللہ (ﷺ) یا انبیاء (علیہم السلام) میں سے کسی نبی کی گستاخی کرے، دنیا میں توبہ کے بعد بھی اسے قتل کی سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ اگر نشے میں گستاخی کی، جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ اور تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے عذاب و کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔“

(فتاویٰ بزاز علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ۔ الفصل الثانی)

فتح القدر میں ہے کہ

”كل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتدا فإل سباب بطريق الأولى وان سب سكران لا يعفى عنه۔ یعنی ہر وہ شخص جو رسول اللہ (ﷺ) سے بغض رکھتا ہو، مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ مرتد و کافر

ہوگا اور اگر نشے میں گستاخی کی، تب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔“ (باب احکام المرتدین)

البحر الرائق میں ہے کہ

”سب واحد من الانبياء كذلك فلا يفيد الانكار مع البينة  
لانا نجعل انكار الردة توبة ان كانت مقبولة۔ یعنی کسی بھی نبی کی شان میں  
گستاخی کرے، یہی حکم ہے (یعنی اسے معافی نہ دی جائے گی) اور بعد ثبوت، گستاخ کا  
انکار کوئی فائدہ نہ دے گا، کیونکہ مرتد کا ارتداد سے انکار (دفع سزا کے لئے) وہاں توبہ  
قرار دیں گے کہ جہاں توبہ مقبول ہو (اور انبیاء علیہم السلام) کی شان میں گستاخی دیگر کفروں کی  
مثل نہیں، چنانچہ معافی نہ دی جائے گی۔“ (باب احکام المرتدین)

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ

”لا تصح ردة السكران الا الردة بسب النبي ﷺ فانه لا يعفى  
عنه كذا في البزازية وحكم الردة بينونة امراته مطلقاً (ای سواء رجوع  
اولم يرجع غمز العيون) واذا مات على ردة لم يدفن في  
مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانما يلقي في حفرة كالكلب  
والمرتد اقبح كفر من الكافر الاصلی واذا شهدو علی مسلم بالردة  
وهو منكر لا يتعرض له لالتكذيب الشهود العدول بل لان انكاره توبة  
ورجوع فثبت الاحكام للمرتد ولو تاب من حبط الاعمال وبينونة  
الزوجة وقوله لا يتعرض له انما هو في مرتد تقبل توبته في  
الدنيا لا الردة بسب النبي ﷺ۔ یعنی (کفر صادر ہونے کی صورت میں) کسی کو نشے کی  
حالت میں مرتد قرار دینا صحیح نہیں، لیکن نبی کریم (ﷺ) کی گستاخی کے سبب کافر

ہونے والے کونٹے کی حالت میں بھی معاف نہ کیا جائے گا، جیسا کہ بزاز یہ میں ہے اور مرتد ہونے کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی (یہ عام ہے کہ وہ توبہ کرے یا نہ کرے۔ غزالعیون) اور اگر وہ حالت ارتداد میں ہی مر گیا، تو نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ کسی اہل کتاب کے، بلکہ محض اسے ایک گڑھے میں کتے کی مثل ڈال دیں گے۔ اور مرتد اپنے کفر کے اعتبار سے کافر اصلی سے زیادہ برا ہے۔ اور جب کچھ لوگ کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کر دے، تو اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا، اس وجہ سے نہیں کہ عادل گواہوں کی تکذیب مقصود ہے، بلکہ اس لئے کہ اس کا انکار، توبہ اور ارتداد سے رجوع ہے۔ پس وہ احکام ثابت ہوں گے، جو مرتد تائب کے لئے ہیں یعنی اس کے تمام اعمال کا ضائع ہو جانا اور زوجہ کا فوراً نکاح سے نکل جانا۔ اور انکار کی صورت میں اس سے تعرض نہ کرنے کا قول اس وقت ہے کہ جب اس کی توبہ دنیا میں مقبول ہو، نہ کہ وہ ارتداد جو رسول اللہ (ﷺ) کی گستاخی کے سبب ہو (کہ اس میں بعد توبہ بھی معافی نہیں)۔“ (باب احکام المرتدین)

ذخیرۃ العقی میں ہے کہ

”قد اجمعت الامة على ان الاستخفاف بنبي الله ﷺ وبأى نبى كان عليهم الصلوة والسلام كفر سواء فعله على ذلك مستحلام فعله معتقد الحرمة وليس بين العلماء خلاف فى ذلك ومن شك فى كفره وعذابه كفر۔ یعنی بے شک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) خواہ کسی بھی نبی کی توہین کرنا کفر ہے، حلال جان کر اس کا مرتکب



ہوا.. یا.. حرام سمجھ کر، دونوں طرح کافر ہے اور اس میں علماء کا بالکل اختلاف نہیں ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔“

( کتاب الجہاد۔ باب الجزیہ )

اسی میں ہے کہ

”لایغسل ولا یصلی علیہ ولا یکفن اما اذا تاب وتبرا عن

الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل وکفن وصلی علیہ ودفن فی مقابر المسلمین۔ یعنی گستاخی کرنے والا جب مرجائے، تو نہ اسے غسل دیں، نہ کفن دیں، نہ ان پر نماز پڑھیں۔ ہاں اگر وہ توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے بیزاری کا اظہار کرے اور دین اسلام میں داخل ہو، اس کے بعد مرجائے، تو غسل، کفن، نماز، مقابر مسلمین میں دفن، سب کچھ ہوگا۔“ ( کتاب الجہاد۔ باب الجزیہ )

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”انبیاء (علیہ السلام) کا ذکر ان کے پیشوں مثلاً کپڑا بننا یا ز رہیں بنانا وغیرہ کے ساتھ، توہین کی نیت سے کرنا، کفر ہے اور توہین و تحقیر کی نیت نہیں، تو نہیں۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”اگر انبیاء (علیہم السلام) کا ان کے پیشوں کے ساتھ ذکر، محل توہین میں کیا، تو کافر و مرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیت صحیح کے ساتھ کیا، تو حرج نہیں اور اگر نہ کوئی نیت فاسدہ تھی اور نہ صحیح، ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا، تو بے

ادب ہے اور قابل سزا۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۳۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”غیر نبی کو انبیاء (علیہم السلام) سے افضل ماننا، علماء اسلام کے نزدیک

بالاتفاق کفر ہے۔“

شرح مقاصد میں ہے،

ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء الفضل من الاولیاء۔ بے

شک مسلمانوں کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء (علیہم السلام)، اولیاء (رضی اللہ تعالیٰ

عنہم) سے افضل ہیں۔“ (جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۵)

الحدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدیة میں ہے،

(تفضیل الولی علی النبی) مرسلہ کان اولاً (کفر و ضلال

کیف و هوت حقیر للنبی) بالنسبة الی الولی (و خرق الاجماع) حیث

اجمع المسلمون علی فضیلة النبی علی الولی۔ یعنی ولی کو کسی بھی نبی پر،

خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل، افضلیت دینا کفر و گمراہی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ

اس میں ولی کے مقابلے میں نبی کی تحقیر اور اجماع کی مخالفت ہے، کیونکہ نبی کے ولی

سے افضل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔“ (باب الاختلاف بالشریعة کفر)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے،

النبی الفضل من الولی و هو امر مقطوع به و القائل بخلافه

کافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة۔ یعنی نبی، ولی سے افضل ہے اور یہ امر

یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضرور یاسدین سے ہے۔“  
(کتاب العلم۔ باب ما يستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص کسی بھی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی کرے، اس کی توبہ مقبول نہیں، ہاں اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کرے، تو توبہ مقبول ہے اور جو اس کے عذاب و کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔“  
اولاً یاد رکھا جائے کہ ”جہاں کہیں کہا گیا ہے کہ گستاخ رسول (ﷺ)، مرتد کی توبہ قبول نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ توبہ کے باوجود، حاکم اسلام اسے موت کی سزا دے گا۔“ (کافی الفتاویٰ الرضویہ۔ ج ۱۴۔ صفحہ ۳۰۴)  
درمختار میں ہے،

الکافر بسب نبی من الانبیاء لا یقبل توبته مطلقاً ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق عبد لا یزول بالتوبة ومن شک فی عذابه و کفره کفر۔ یعنی جو کسی نبی کی گستاخی کے سبب کافر ہوا، اس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں اور اگر اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کی تو، توبہ قبول ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جب کہ پہلا بندے کا حق تھا، جو (فقط) توبہ سے زائل نہیں ہوتا (بلکہ صاحب معاملہ سے معافی طلب کرنا بھی ضروری ہے) اور جس نے بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر ہو جائے گا۔“ (باب المرتد)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص قرآن کریم میں زیادتی، کمی یا تبدیلی یعنی کسی بھی طرح بشری تصرف کا دخل مانے.. یا.. یوں کہے کہ ان تمام امور کا احتمال ہے، تو وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی بھی قسم کی تبدیلی و کمی زیادتی کے نہ ہونے کا قائل ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے، اب جو ان امور کا اعتقاد رکھے، تو اس نے ضروریاتِ دین میں سے ایک مسئلے کا انکار کیا اور یہ ماقبل واضح ہو چکا کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ یعنی بے شک ہم

نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“ (پ ۱۳۔ الحجر۔ ۹)

بیضاوی شریف میں ہے،

لحافظون ای من التحریف والزيادة والنقص۔ ہم خود اس کے

نگہبان ہیں یعنی تبدیلی و زیادتی و کمی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔“

حاشیہ جمل میں ہے،

بخلاف سائر الكتب المنزلة فقد دخل فيها التحريف

والتبديل بخلاف القرآن فانه محفوظ عن ذلك لا يقدر احد من

جميع الخلق الانس والجن ان يزيد فيه او ينقص منه حرفا واحداً



کلمۃ واحده۔ یعنی برخلاف دوسری آسمانی کتب کے کہ ان میں تبدیل و تحریف نے دخل پایا، بخلاف قرآن کے، کیونکہ یہ اس سے محفوظ ہے۔ تمام انسانوں اور جنوں میں سے کوئی اس پر قادر نہیں کہ اس میں ایک حرف یا ایک کلمے کی بھی زیادتی یا کمی کر سکے۔“  
اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا،

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ☆ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ (اور وہ بے شک عزت والی کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے، حکمت والے سب خوبیوں والے سرا ہے کا)۔“ (پ ۲۴۔ حم السجدہ۔ ۳۱، ۳۲)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے،

قال قتادة والسُّدِّيُّ الباطل هو الشيطان لا يستطيع ان يغير او يزيد فيه او ينقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ من ان ينقص منه فيأتيه الباطل بين يديه او يزاد فيه فيأتيه الباطل من خلفه وعلى هذا المعنى الباطل الزيادة والنقصان۔ یعنی قتادہ اور سدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہی ہے، قرآن میں تبدیلی، زیادتی یا کمی کی استطاعت نہیں رکھتا۔ زجاج نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اس سے محفوظ ہے کہ اس میں کوئی کمی کی جائے تو باطل سامنے سے آئے یا کوئی زیادتی کی جائے، تو باطل پیچھے سے آئے۔ پس اس معنی کے مطابق باطل، زیادتی اور نقصان ہی ہے۔“

امام قاضی عیاض (قدس سرہ) یقینی اجماعی کفر کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

و كذلك ومن انكر القرآن او حرفا منه او غير شيئا منه او زاد فيه - یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً جماعاً کافر ہے، جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن کچھ زیادتی کرے۔“  
(کتاب الشفاء بتریف حقوق المصطفیٰ - فصل فی بیان ما حرم من مقالات ....)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی بے ادبی کفر ہے۔“  
مثلاً اس کی یا اس کے کسی حرف کی گستاخی.. یا.. اس کا انکار.. یا.. اس کی کسی خبر کو جھوٹا قرار دینا.. یا.. اس میں کسی قسم کا شک کرنا۔  
شفاء شریف میں ہے،

من استخف بالقرآن او بشيء منه او جحد به او كذب بشيء منه او اثبت ما انفاه او نفى ما اثبته على علم منه بذلك او شك في شيء من ذلك فهو كافر عند اهل العلم بالاجماع - جو شخص قرآن مجید یا اس کے کسی حرف کی گستاخی.. یا.. اس کا انکار کرے.. یا.. اس کی کسی بات کو جھٹلائے.. یا.. جس بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات.. یا.. جس کا اثبات فرمایا، اس کی دانستہ نفی کرے.. یا.. اس میں سے کسی چیز میں شک کرے، تو وہ اہل اجماع کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے۔“ (فصل و علم ان من استخف بالقرآن الخ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تمام صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، بلکہ فقط

ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بھی افضل جانے، تو گمراہ اور اگر خلافت صدیق اکبر و عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔ ایسے شخص کو رافضی کہا جاتا ہے۔“

خزانۃ المفتین میں ہے،

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فہو مبتدع ولو انکر خلافة الصدیق رضی اللہ عنہ فہو کافر۔ یعنی اگر رافضی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو باقی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے افضل جانے، تو گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ۔ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لا یتصح)

حاشیہ تبیین میں ہے،

فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع وان انکر خلافة الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فہو کافر۔ یعنی رافضیوں میں سے جو شخص حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے افضل کہے، تو گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔“

(کتاب الصلوٰۃ۔ باب الامامة والحدیث فی الصلوٰۃ)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالی بکے.. یا.. ان پر لعنت کرے، تو کافر ہے۔“

تیسیر المقاصد میں ہے،

الرافضی اذا سب ابا بکرو عمر رضی اللہ عنہما ولعنہما یكون کافر۔ یعنی اگر رافضی، صدیق اکبر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالی دے یا ان حضرات پر لعنت کرے، تو کافر ہو جائے گا۔ (کتاب السیر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ساداتِ کرام اور علماءِ عظام کی توہین کفر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ط  
قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ☆  
لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ یعنی اے محبوب! اگر تم ان سے  
پوچھو، تو کہیں گے، ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور  
اس کے رسول سے ہنستے ہو، یہاں نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے، مسلمان ہو کر۔“

(پ۔ ۱۰۔ توبہ۔ ۶۶)

ابن جریر (قدس سرہ) نے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے حدیث  
کی تخریج کی کہ ”ایک شخص نے غزوہ تبوک کے موقع پر یوں کہا، ”ہم نے اپنے  
قاریوں کی مثل اور نہ دیکھے، نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمنوں  
کے مقابلے میں بزدل۔“ یہ سن کر اس مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے کہا، ”تو جھوٹا ہے، تو



منافق معلوم ہوتا ہے، میں ضرور رسول اللہ (ﷺ) کو اس بات کی خبر دوں گا۔“ جب رسول اللہ (ﷺ) کو اس بات کی خبر دی گئی، تو قرآن پاک کا نزول ہوا اور میں نے اس شخص کو رسول اللہ (ﷺ) کی تنگ (یعنی زین کسنے کے چوڑے تھے) کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا، ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم تو دل لگی اور کھیل کود کر رہے تھے۔“ اور رسول اللہ (ﷺ) اس کو جواباً فرما رہے تھے، ”کیا تو اللہ عز و جل، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتا ہے؟“

(تفسیر درمنثور۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۵۴)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمُ الْأُمَنَاقُ بَيْنَ النِّفَاقِ ذُو الشَّيْبَةِ  
فِي الْإِسْلَامِ وَالْإِمَامُ الْمُقْسِطُ وَمُعَلِّمُ الْخَيْرِ۔ یعنی تین افراد کو منافق کے  
سوا کوئی حقیر نہ سمجھے گا۔ وہ بوڑھا جو حالت اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل امیر اور خیر کی  
تعلیم دینے والا۔“ (کنز العمال۔ کتاب التوبخ)

مجمع الانهار میں ہے،

والاستخفاف بالاشراف والعلماء كفرو من قال للعالم غوِيلَم  
اولَعْلُوِي عَلِيُوِي قاصدا به الاستخفاف كفر۔ سادات اور علماء کی بے عزتی  
کرنا کفر ہے۔ جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عوِيلَم (یعنی گھنیا عالم) اور علُوِي کو علُوِي  
کہے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔“ (فصل ان الفاظ الکفر انواع)

لیکن یہاں اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی یہ تحقیق ضرور یاد رکھی جائے کہ

”کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں

نکلے، ہاں مطلقاً علماء کو.. یا.. کسی خاص عالم دین کو بوجہ علم دین برا کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، مگر یہ فسخ نکاح ہوتا ہے، طلاق نہیں۔“

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۸۲)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

”عالم کی توہین اگر بوجہ علم دین ہے، تو بلاشبہ کفر ہے اور اگر بلا کسی سبب ظاہر

کے ہے، تو خوف کفر ہے، ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۶۳)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت کرنا کفر ہے۔“

مثلاً بسا اوقات کہہ دیا جاتا ہے کہ ”فرشتوں نے روح تو قبض کرنی تھی داد جان کی

غلطی سے پوتے کو لے گئے۔“ وجہ یہ ہے کہ فرشتے معصوم ہیں، ان سے خطا کا ظہور

ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

”وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ☆ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ

مَنْ فَوْقَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے

ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں، جو انہیں حکم ہو۔ (پ ۱۴۔ النحل۔ ۴۹، ۵۰)

مزید ارشاد فرمایا،

”لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُونَ۔ اپنے اوپر

اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں، جو انہیں حکم ہو۔

(پ ۱۴۔ انحل۔ ۵۰)

چنانچہ فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت، دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب نسبت ہے اور اللہ عزوجل کی طرف کسی غلطی کی نسبت کرنا یقیناً کفر ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص شریعت کے لئے توہین آمیز الفاظ کہے، کافر ہے۔“

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”اذ قال الرجل لغيره حكم الشرع هذه الحادثة كذا فقال

ذلك الغير ”من برسم كارمى كنم نه بشرع“ يكفر عند بعض

مشائخ۔ یعنی جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ اس معاملے میں حکم شرع اس

طرح ہے۔ یہ سن کر دوسرا بولا ”میں تو رسم کے مطابق کروں گا، نہ کہ شرع کے مطابق۔“

تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔“ (الباب التاسع فی احکام المرتدین)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس عورت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

جس نے کہا تھا کہ ”چولھے میں جائے ایسی شریعت“.. یا.. ”مری پرے ایسی

شریعت۔“

”ایسی عورت مرتدہ کافرہ ہوگئی۔ شوہر پر حرام ہے۔ جب تک توبہ کر کے

دوبارہ اسلام قبول نہ کرے، اس سے جماع حرام ہے۔ اگر جماع کیا، تو اس سے جو

اولاد ہوگی، ولد الحرام ہوگی، اگرچہ اسے ولد الزنا نہ کہیں گے۔ اس عورت پر فرض ہے

کہ اس ملعون و ناپاک الفاظ سے توبہ کرے اور از سر نو مسلمان ہو، اس کے بعد اس کا شوہر دو گواہوں کے سامنے اس سے دوبارہ نکاح کرے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۶۵۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو شخص نماز کی تحقیر کرے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہلکا جانے.. یا کسی کافر سے مسلمانوں کا شرعی احکام کے مطابق رویہ دیکھ کر کافر کو مظلوم کہے، کافر ہے۔“

مسلمانوں کے محلے میں ایک قادیانی بنایا آکر بسا۔ مسلمانوں نے محلے کے مسلمان مردوں عورتوں کو اس سے کسی بھی قسم کا تعلق قائم رکھنے سے منع کیا۔ اس پر ایک مسلمان عورت نے یوں کہا،

”بڑے نمازیے پڑھ کر ملا ہو گئے، ہم عذاب ہی بھگت لیں گے، اس بے چارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے دریافت کرنے پر اس عورت کے بارے میں لکھا،

”یہ عورت نماز کی تحقیر کرنے، عذاب الہی کو ہلکا ٹھہرانے، قادیانی کو اس فعل مسلمانوں سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول ترک کرنے کو ظلم و ناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہو گئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہے، جب تک کہ توبہ کر کے نئے سرے سے اسلام نہ لائے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۶۵۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ



”اذان کے ساتھ مذاق کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا کہ ”زید نے مؤذن مسجد کی اذان کے ساتھ تمسخر کیا یعنی لفظ ”حی علی الصلوٰۃ“ یوں کہا، ”بھیا لٹھ چلا۔“ تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟....

آپ نے ارشاد فرمایا،

”اذان سے استہزاء ضرور کفر ہے۔ اگر اس کا مقصود اذان سے ہی استہزاء کرنا تھا، تو بلاشبہ کافر ہو گیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر یہ مسلمان ہو جائے اور عورت اس سے دوبارہ نکاح کرے، تب وطی جائز ہوگی، ورنہ زنا۔ اور اگر عورت بغیر اسلام و نکاح کے اس سے قربت پر راضی ہوئی، تو وہ بھی زانیہ ہے۔

اور اگر اذان سے استہزاء مقصود نہیں، بلکہ خاص اس مؤذن سے، اس وجہ سے کہ وہ غلط پڑھتا ہے، تو اس حالت میں زید کو (کافر تو قرار نہ دیا جائے گا، ہاں) تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ضرور ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”داڑھی شریف کا مذاق اڑانا کفر ہے، چاہے کہا جائے کہ ہمیں

مسئلہ معلوم نہ تھا۔“

ایک شخص نے داڑھی کے بارے میں کہا، ”(معاذ اللہ) مجھے ان چمگاڈ پروں کی

ضرورت نہیں۔“ بعد میں کہا کہ ”ہم کو مسئلہ معلوم نہ تھا، لہذا ہمارا نکاح باقی ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا گیا، تو آپ

نے فرمایا،

”داڑھی کے ساتھ استہزاء ضرور کفر ہے۔ زید کا ایمان زائل اور نکاح باطل ہو گیا۔ اور جہالت کا عذر بالکل غلط اور ناقابل قبول ہے کہ یہ شخص نہ کسی دور دراز پہاڑ کا رہنے والا ہے، نہ ابھی تازہ تازہ ہندو سے مسلمان ہوا ہے کہ اسے نہ معلوم ہو کہ داڑھی شعارِ اسلام میں سے ہے اور شعارِ اسلام سے استہزاء، اسلام سے استہزاء ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا نہ جانتا ہو، مگر اس کا نہ جانتا، اس کے نکاح کو محفوظ نہ رکھے گا، شیشے پر پتھر پھینکے، تو شیشہ ضرور ٹوٹ جائے گا، چاہے یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کسی جگہ خلافِ شرع فیصلے ہوتے ہوں، تو فقط پہچان کے لئے اسے ”عدالت“ کہنا، کفر نہیں۔ ہاں کسی غلط فیصلہ کرنے والے کو ”عادل“ کہنا کفر ہے۔“

چونکہ پہچان کے لئے ”جرائم کی سزا مقرر کرنے اور باہم لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کروانے کے لئے حاضر ہونے والے مقام کو عرفِ عام میں عدالت کہا جاتا ہے، لہذا فقط پہچان کروانے کی نیت سے اسے عدالت کہنے میں حرج نہیں۔ ورنہ اس اعتقاد کے ساتھ اسے عدالت کہنا کہ یہاں جو فیصلہ ہوتا ہے، بالکل شرع کے موافق اور عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے، ضرور قابل گرفت ہوگا۔ وجہ ذی شعور پر مخفی نہیں۔

ہاں غلط فیصلہ کرنے والے کو عادل کہنا معروف نہیں، چنانچہ یہاں گرفت ضرور ہوگی۔ لیکن چونکہ کبھی کبھی ظلماً فیصلہ کرنے دینے والے کو خوشامد کے طور پر بھی عادل کہہ دیا کرتے ہیں، لہذا اس نیت سے عادل کہنے والے کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کافی ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) عطا کردہ تعلیمات کے خلاف فیصلہ سن کر اعتقاداً سے عدل جانا، تو کافر ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

” (آج کل نصاریٰ اور دیگر حکام کی عدالتوں کے لئے لفظ) عدالت، بطور علم رائج ہے، معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہذا تکفیر ناممکن ہے۔ البتہ (ان فیصلہ کرنے والوں کو) عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے۔ مگر یہ بروجہ خوشامد ہوتا ہے، لہذا تجدید اسلام اور تجدید نکاح کافی۔ ہاں خِلَافَ مَا اُنْزِلَ (یعنی اللہ عزوجل کی جانب سے نازل کردہ کے برخلاف) کو اعتقاداً عدل جانے، تو قطعاً وہی کافر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔ یعنی جس نے اس کے کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۰۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب کو درست و اچھا کہنا کفر ہے۔“

کسی شخص نے جھوٹ کے بارے میں کہا،

”میں نے جھوٹ بولا تو کیا برا کیا؟“....

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے اسکے بارے میں ارشاد فرمایا،

”یہاں تک تو گناہ کبیرہ ہی تھا، جو آدمی کی ہلاکت و بربادی کو کافی ہے، آگے اس کا یہ کہنا کہ ”میں نے جھوٹ بولا، تو کیا برا کیا۔“ صریح کفر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ تجدید اسلام کرے اور اگر شادی شدہ ہے، تو بعد قبول اسلام، دوبارہ نکاح کرنا بھی ضروری ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۵۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا کفر ہے۔“

لیکن یہاں یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

- ﴿1﴾ یہ اس وقت ہوگا کہ جب اس شے کی حلت و حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور وہ حرام قرار دی جانے والی شے حَرَامٌ لِّعَيْنِهِ ہو۔ ۲۔
- ﴿2﴾ یہ اس وقت ہوگا کہ جب اس شے کی حلت و حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ یعنی اس صورت میں فقط پہلی بات کو شرط قرار دیا گیا ہے۔
- خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے،

۱۔ یعنی کسی ایسی دلیل سے کہ جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو مثلاً قرآن پاک کی ایسی آیت کہ جس کا معنی بالکل واضح ہو، اس میں کسی تاویل و تفسیر کی حاجت نہ ہو۔ یا حدیث متواتر۔ (۱۲ منہ) ۲۔ یعنی اس کا حرام قرار دیا جانا، اس کی ذات میں موجود کسی قباحت کی بناء پر ہو، کسی دوسری چیز پر موقوف نہ ہو، جیسے خنزیر کی حرمت۔ اسے حرام لذاتہ اور حرام بعینہ بھی کہتے ہیں۔ اور اگر وہ چیز بذاتہ خود فحیح نہیں، بلکہ اس میں وصف فحیح کی موجودگی کسی دوسری چیز پر موقوف ہے، جیسے عید کے دن کا روزہ کہ بذاتہ خود فحیح نہیں، لیکن عید کے دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ضیافت سے روگردانی کرنے کی بناء پر اسے حرام قرار دیا گیا، تو اسے حَرَامٌ لِّغَيْرِهِ کہتے ہیں۔ (۱۲ منہ)



”مَنْ اعْتَقَدَ الْحَرَامَ حَلَالًا أَوْ عَلَى الْقَلْبِ يَكْفُرُ هَذَا إِذَا كَانَ حَرَامًا بِعَيْنِهِ وَالْحَرَمَةُ قَامَتْ بِدَلِيلٍ مُقْطُوعٍ بِهِ أَمَا إِذَا كَانَتْ بِأَخْبَارِ الْأَحَادِ لَا يَكْفُرُ - یعنی جس نے حرام کو حلال اعتقاد کیا یا برعکس، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو، اور اگر ثبوت کسی خبر واحد سے ہو، تو کافر نہ ہوگا۔“

(الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ)

اور رد المحتار میں ہے،

”حاصله ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان قطعیۃ الدلیل و کونه حراما لعینہ و علی الثانی یشرط الشرط الاول فقط - یعنی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قول اول پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی، دلیل کا قطعی ہونا اور اس کا حرام لعینہ ہونا اور دوسرے قول پر فقط پہلی شے کو شرط قرار دیا جائے گا۔“ (کتاب الزکوۃ - باب زکوۃ الغنم)

معلوم ہوا کہ چونکہ خرید و فروخت کی حلت، اللہ تعالیٰ کے فرمان،

”وَ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ - یعنی اور حلال کیا اللہ نے بیع کو۔“ (پ۔ بقرہ۔ ۲۷۵)

اور بخنزیر کی حرمت ارشاد باری تعالیٰ،

”إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ

الْخِنْزِيرِ - یعنی اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں، مردار اور خون اور سور کا گوشت۔“

(پ۔ بقرہ۔ ۱۷۳)

سے ثابت ہے۔

چنانچہ اب اگر کوئی جائز بیع کو حرام.. یا.. خنزیر کو بلا عذر حلال قرار دے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ۔ یعنی

بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا، اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرایا، تم فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے

ہو۔“ (پ ۱۱۔ یونس۔ ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا،

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السِّتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ☆ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ

الیم۔ یعنی اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ

ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب۔ (پ ۱۳۔ النحل۔ ۱۱۶، ۱۱۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حرام کی گئی چیزوں کا حلال جاننا مطلقاً کفر نہیں، جب تک کہ ان کی حرمت، ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”بلکہ مذہبِ معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاق کفر نہیں، جب تک کہ زنا، یا شربِ خمر یا ترکِ صلوٰۃ کی طرح اس کی حرمت، ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۰۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حدیثِ متواتر کا انکار کفر ہے۔ اور جو شخص حدیثِ پاک کو حدیث ہونے کی حیثیت سے حقیر جانے، اس کی توہین کرے تو اب چاہے، وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، کافر ہو جائے گا۔“

اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیثِ متواتر کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ ”تیسیرِ مصطلح

الحدیث“ میں ہے،

”ما رواہ عدد کثیر تحیل العادة تو اظہم علی الکذب۔ یعنی

حدیثِ متواتر وہ حدیث ہے کہ جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا، عادتہً محال ہو۔“ (صفحہ ۱۸)

یعنی اس حدیثِ پاک کو اس کی سند کے طبقات میں سے ہر طبقے میں اتنے

کثیر راویوں نے روایت کیا ہو کہ عقل عادتہً اس بات کے محال ہونے کا حکم کرے کہ یہ

تمام رواۃ اس حدیث کو اپنی طرف سے گھڑ لینے پر متفق ہو گئے تھے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر اللفظ۔ (۲) متواتر المعنی

(۱) متواتر اللفظ :-

وہ حدیث متواتر ہے کہ جس کے لفظ اور معنی دونوں متواتر

ہوں۔ جیسے یہ حدیث کہ ”مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ

النَّارِ۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“

(بخاری۔ کتاب العلم)

اس حدیث پاک کو ان ہی الفاظ سے تقریباً ستر (70) صحابہ کرام (رضی اللہ

تعالیٰ عنہم) نے روایت کیا ہے۔

(2) متواتر المعنی :-

وہ حدیث متواتر کہ جس کا معنی متواتر ہو، لفظ متواتر نہ ہوں۔

جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کے مضمون پر مشتمل احادیث کریمہ۔ یہ تقریباً سو (100)

احادیث مبارکہ ہیں۔ ہر ایک میں دعا میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن واقعات مختلف

ہیں۔

اب اس حدیث پاک کا حکم یہ ہے کہ اس کا انکار کر دینے والا کافر ہو جائے

گا، چاہے یہ متواتر اللفظ ہو یا متواتر المعنی۔ نیز چونکہ حدیث پاک کو سید عالم (ﷺ)

سے نسبت ہے، لہذا جو حدیث ہونے کی حیثیت سے اس کی توہین کرے، وہ بھی بے

ادبی کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج مانا جائے گا۔



اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،  
 ”حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ متواتر اللفظ ہو یا متواتر  
 المعنی۔ اور حدیث ٹھہرا کر جو استخفاف کرے، تو یہ مطلقاً کفر ہے، اگرچہ حدیث احاد،  
 بلکہ ضعیف، بلکہ فی الواقع اس سے کم درجے کی ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۲۸۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کتب فقہ میں سے کسی کتاب کی تحقیر توہین، کفر ہے۔“

منح الروض میں ہے کہ

”کفر باستخفاف کتاب الفقہ۔ یعنی فقہ کی کسی کتاب کی تحقیر سے کافر

ہو جائے گا۔“ (منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر۔ فصل فی العلم والعلماء)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اجماع ایک شرعی حجت ہے، اس کا مطلقاً انکار کفر ہے۔“

اولاً اجماع کی تعریف جاننا ضروری ہے، چنانچہ اصول فقہ کی معتبر کتاب

”الحسامی“ میں ہے،

”هو اتفاق جميع المجتهدين الصالحين من امة

محمد (ﷺ) في عصر على واقعة۔ یعنی اجماع، امت محمد (ﷺ) کے ایک

زمانے کے صالح مجتہدین کا کسی امر پر متفق ہو جانا ہے۔“ (باب الاجماع)

چونکہ ابوبصرہ غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ)

کافر مان عالیشان ہے کہ

”سَأَلْتُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ الْأَيْجُمَعَ أُمِّي عَلَى ضَلَالَةٍ

فَاعْطَانِيهَا۔ یعنی میں نے اللہ عزوجل سے درخواست کی کہ میری امت کسی گمراہی پر

متفق نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس درخواست کو قبول فرمالیا۔“

(مسند امام احمد بن حنبل۔ مسند قبائل)

لہذا معلوم ہوا کہ اب کسی مسئلے پر امت حبیب کبریا (ﷺ) کے علماء

صالحین کا متفق ہو جانا، گمراہی سے یقیناً یقیناً دور ہے۔

نیز یہ ضروریات دین میں سے ہے، جیسا کہ

شرح مواقف میں ہے کہ

”كون الاجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين۔ یعنی

اجماع کا قطعی حجت ہونا، ضروریات دین سے ہے۔“ (باب المقصد السادس)

اور ماقبل میں گزر چکا کہ جو ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے، وہ

کافر ہو جاتا ہے۔

اصول بزدوی میں ہے کہ

”فصار الاجماع كآية من الكتاب او حديث متواتر في

وجوب العمل والعلم به في كفر جاحده في الاصل۔ یعنی پس اجماع اپنے

ساتھ علم و عمل کے وجوب میں آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر کی مثل ہو گیا، چنانچہ

قاعدے کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔“ (باب علم الاجماع)

کشف الاسرار میں ہے کہ

”یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع

بحجة۔ یعنی جو اجماع کے شرعی دلیل ہونے کا انکار کرے، اس صورت کے ساتھ کہ

کہے کہ اجماع حجت نہیں، تو اس کے لئے کفر کا حکم ہوگا۔“

(کشف الاسرار عن اصول الہز دوی۔ باب حکم الاجماع الخ۔۔۔)

ابن الہمام لکھتے ہیں،

”وبالجملة فقد ضم الى التصديق بالقلب في تحقق الايمان

امور الاخلال بالايمان اتفاقا ترك السجود للصنم وقتل نبي

والاستخفاف به ومخالف ما جمع عليه وانكاره بعد العلم به۔ یعنی

خلاصہ یہ کہ ایمان کے لئے قلبی تصدیق کے ساتھ ساتھ کچھ امور ایسے بھی ہیں کہ، جو

بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں، جن کا ترک ضروری ہے۔ مثلاً بت کو سجدہ

کرنا، کسی نبی کا قتل اور ان کی توہین، اجماع کی مخالفت اور اس کا علم ہو جانے کی بعد

اس کی مخالفت۔“ (المسارہ مع المسارہ۔ الخاتمة فی بحث الايمان)

تکوین میں ہے کہ

”الاجماع على مراتب فالاولى بمنزلة الآية والخبر المتواتر

بكفر جاحده۔ یعنی اجماع کے چند مراتب ہیں، پس پہلا بمنزلہ آیت قرآن اور خبر

متواتر کی مثل ہے، اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔“

(تکوین علی التوضیح۔ الامر الرابع فی حکم الاجماع)

مرآة الاصول میں ہے کہ

”بكفر منكر حجية الاجماع مطلقاً هو المختار عند

مشائخنا۔ یعنی مطلقاً جماع کی حجیت کا منکر کافر ہے، ہمارے مشائخ کے نزدیک یہی مختار ہے۔“ (جلد دوم۔ ۲۷۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”انبیاء (علیہم السلام) کے معجزات کو حق جاننا ضروریاتِ دین میں سے ہے، چنانچہ جو ان کا انکار کرے، انہیں غلط بتائے.. یا.. ان کی الٹی سیدھی تاویل کرے، علماء دین کے نزدیک کافر ہے۔“

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،  
 ”جو شخص معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام) کو غلط بتائے، کافر و مرتد اور دائمی لعنت کا مستحق ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے کو غلط کہنا اور اس کی تاویل کرتے ہوئے کہنا کہ اس سے قوم کے احوال زندہ کرنا مراد ہیں، اسے کفر و ارتداد سے نہیں بچا سکتا، کیونکہ ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں سنی جاتی۔  
 عقائدِ نسفی میں ہے کہ

”النصوص تحمل علی ظواہرھا والعدول عنھا الی معان  
 بدعیھا اهل الباطن الحاد۔ یعنی نصوص کو اپنے ظاہر پر ہی محمول کیا جائے گا اور ان سے ایسے معانی کی جانب مائل ہونا، جس کا دعویٰ اہل باطن نے کیا، الحاد ہے۔“  
 شرح عقائدِ نسفی میں ہے کہ

”الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق  
 بالكفر لكونه تكذيبا للنبي ﷺ فيما علم مجينه به بالضرورة۔ یعنی الحاد



سے مراد اسلام سے پھرنا اور اعراض کرنا.. اور.. کفر کے ساتھ اتصال و ملاپ ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ (ﷺ) کی ان معاملات میں تکذیب پر مشتمل ہے، کہ جن کا لانا آپ سے بالضرورة ثابت ہے۔“

شفاء شریف میں ہے کہ

”التاویل فی الضروری لایسمع۔ یعنی ضروریات دین میں تاویل

نہیں سنی جائے گی۔“ (القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام.....)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”غیر خدا کو حصول شفاء کی غرض سے بھی پوجنا کفر ہے۔“

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ”حصول شفاء کی غرض سے غیر خدا کی عبادت کرنے والے کے بارے میں“ ارشاد فرماتے ہیں،

”مسئولہ صورت میں وہ شخص کافر ہے۔ اگر کسی نام کے مولوی نے حصول

شفاء کے لئے اس کے لئے غیر خدا کی عبادت جائز قرار دے دی ہو، تو وہ بھی کافر ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۳۶۳)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو بیت عبادت سجدہ کرنا کفر اور فقط تعظیم کی نیت

سے کرنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔“

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

”من سجد للسلطان علی وجه التحیة لایکفر و لکن یأثم

لا ارتکابه الکبیره وان سجد بنیۃ العبادۃ فقد کفر۔ یعنی جس نے کسی حاکم کو بطور تعظیم سجدہ کیا، تو وہ کافر نہ ہوگا، ہاں گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوگا اور اگر اس نے بیتِ عبادت سجدہ کیا، تو بے شک اب کافر ہو گیا۔“  
(کتاب الکراہیۃ)

تنبیہ خاص:-

بسا اوقات مزارات پر کسی کو سجدہ کی سی حالت میں دیکھتے ہی شرک و کفر کا فتویٰ جاری کر دیا جاتا ہے۔ یہ حد درجہ جہالت کی علامت ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض واقعی وہ سجدے میں مشغول ہے، تب بھی جب تک وہ شخص بذاتِ خود اپنی نیتِ سجدہ ظاہر نہ کرے، کس طرح حکم لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بیتِ عبادت ہی سجدہ کیا ہے؟... کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے نزدیک فقط تعظیم صاحبِ مزار مقصود ہو۔

اور اگر نیت جاننا ضروری نہ سمجھا جائے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا کہیں گے کہ جو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے والے تمام نمازیوں کو کافر و مشرک قرار دے۔ اور جب اس سے وجہ پوچھی جائے، تو کہہ دے کہ یہ فتویٰ اس لئے جاری کیا گیا کہ امام صاحب نے سامنے والی دیوار کو، پہلی صف نے امام کو اور پچھلی ہر صف نے اپنے سے اگلی صف کو سجدہ کیا اور چونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے، لہذا یہ سب مشرک ہو گئے؟.....“

چنانچہ اگر واقعی کسی کو سجدہ ریز دیکھا جائے، تو اولاً اس کے بارے میں یہی حسن ظن رکھنا چاہیے کہ یہ بیتِ تعظیم سجدہ کر رہا ہے۔ اس صورت میں مرتکبِ سجدہ گناہ گار ضرور ہے، لیکن کافر نہیں۔ بلکہ اب اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہا، تو کفر خود

کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔ کیونکہ

شفیع محشر (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،

أَيُّمَا امْرَأٍ قَالَ لِاخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ

كَمَا قَالَ وَالْأَرْجَعْتُ عَلَيْهِ۔ یعنی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو

یہ کفر ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر سامنے والا اسی طرح ہو

جیسے اس نے کہا (تو اس کی طرف) ورنہ اس کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔“

(مسلم۔ کتاب الایمان)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

”المختار للفتوى في جنس هذه المسائل ان القائل في هذه

السمائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان اراد الشتم ولا يعتقده

كافرا لا يكفر ان كان يعتقده كافرا فخطبه بهذا بناء على اعتقاده انه

كافر يكفر۔ یعنی ایسے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے

مراد گالی دینا اور فقط برا کہنا ہو اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ ہو، تو کہنے والا کافر نہ

ہوگا اور اگر اسے کافر اعتقاد کر کے مخاطب کیا، تو اب کافر ہو جائے گا۔“

(الباب التاسع في احكام الردين)

ہاں اگر واقعی کسی طرح ثابت ہو جائے کہ اس نے بیتِ عبادت ہی سجدہ کیا

ہے، تو اس صورت میں اس کے مشرک ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن صاحب

مزار کے لئے ایک ذی شعور مسلمان سے اس نیت کے ساتھ سجدے کا ارتکاب،

بعید از قیاس ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو حبیبِ کبریا (ﷺ) کی تمام امت کو گمراہ کہے، کافر ہے۔“

الشفاء بتعریفِ حقوقِ المصطفیٰ (ﷺ) میں ہے،

”نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ الی تضلیل

الامۃ۔ یعنی جو کوئی ایسی بات کہے کہ جس سے تمام امت کو گمراہ قرار دینے کی راہ نکلتی

ہو، ہم قطعی طور پر اس کے کافر ہونے کے قائل ہیں۔“ (فصل فی بیان ما ہومن المقالات)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو یہود و نصاریٰ یا ایسے شخص کے کفر میں شک کرے کہ جو ضروریاتِ

دین کے انکار کے باعث کافر ہو چکا.. یا.. ان کو کافر نہ کہے، تو خود بھی کافر

ہے۔“

قاضی عیاض (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”الاجماع علی کفر من لم یکفر احد امن النصاری

والیہود و کل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرہم او شک

قال القاضی ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفاقاً علی کفرہم فمن

وقف فی ذلک فقد کذب النص والتوقیف او شک فیہ والتکذیب

والشک فیہ لایقع الا من کافر۔ یعنی اس شخص کے کافر ہونے پر علمائے اسلام کا

اتفاق ہے کہ جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہو جانے والے کو کافر نہ

کہے.. یا.. انہیں کافر کہنے میں توقف کرے.. یا.. اس میں شک کرے۔ قاضی ابوبکر



باقلائی نے فرمایا، ”یہ حکم اس لئے ہے کہ قرآن و حدیث اور اجماع علمائے اسلام ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں، تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے، تو وہ قرآن و حدیث اور اجماع کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر فقط کافر سے ہی سرزد ہوتا ہے۔“

(شفاء شریف۔ فصل فی بیان ماہومن المقالات کفر)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کسی کافر کی تعظیم کرنا کفر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ

لَا يَعْلَمُونَ۔ (اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر

منافقوں کو خبر نہیں۔) (ترجمہ کنز الایمان۔ المنافقون۔ ۸، پ ۲۸)

حبیبِ کبریا (ﷺ) کا فرمان ہے،

”مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ أَعَانَ عَلَى هَٰذِمِ الْإِسْلَامِ۔ یعنی جس

نے کسی بد مذہب کی تعظیم کی، اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔“

(شعب الایمان۔ حدیث ۶۳۶۳)

جب ایک گمراہ کی تعظیم کا یہ معاملہ ہے، تو مشرک کی تعظیم کا حکم کتنا سخت ہوگا؟

.....

ابو نعیم، جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ،

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُصَافَحَ الْمُشْرِكُونَ أَوْ يُكُونُوا

أَوْ يُرَحَّبَ بِهِمْ - یعنی رسول اللہ (ﷺ) نے مشرک سے ہاتھ ملانے، اسے کنیت سے ذکر کرنے اور اس کے آتے وقت مرحبا کہنے سے منع فرمایا۔“

(حلیۃ الاولیاء - ترجمہ ۴۴۶)

در مختار میں ہے،

لوسلم علی الذمی تبجیلاً یکفر لان تبجیل الکافر کفر - یعنی

اگر کسی نے ذمی کو تعظیماً سلام کہہ دیا، تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ کافر کی تعظیم، کفر ہے۔“  
(کتاب الخطر والاباحۃ - فصل فی البیع)

اسی میں ہے،

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلاً کفر - یعنی اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً

یا استاد کہا، تو وہ کافر ہو گیا۔“ (ایضاً)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”رسول اللہ (ﷺ) اپنے رب عزوجل کی جانب سے جو کچھ لے کر

آئے، ان میں سے بعض کی تکذیب کا نام کفر ہے اور تکذیب، صفت قلب

ہے اور اس صفت قلب پر جس طرح کفریہ اقوال علامت قرار پاتے

ہیں، اسی طرح افعال کفریہ بھی اس کی نشانی ہیں اور حکم کفر کا باعث بنتے

ہیں۔“

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”اگر چہ کفر، تکذیب النبی (ﷺ) فی بعض ماجاء به من عند ربہ جل و علا“ کا نام ہے اور تکذیب، صفتِ قلب۔ مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بناء پر حکم کفر دیا جاتا ہے، یوں ہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینک دینا، بت کے لئے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زناء کرنا، اذان سن کر شرم گاہ کو کھول دینا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۰۲)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”ہندوؤں کی ”ہولی، دیوالی“ میں شرکت حرام اور پسند کرنا صریح

کفر ہے۔“

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

”ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں۔ جب خلافتِ فاروقی میں

ایران فتح ہوا، تو کچھ آتش پرست فرار ہو کر ہندوستان آ گئے۔ ان کے یہاں دو عیدیں

تھیں۔ (۱) نوروز کہ تحویلِ حمل ہے۔ (۲) مہرگان، کہ تحویلِ میزان۔ وہ عیدیں اور ان

میں آگ کی پرستش، ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے

ہیں، لہذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کی کہ میکھ سنکھ رانت کی پورنماشی میں ہولی اور

تلا سنکھ رانت کی اماوس میں دیوالی۔ یہ سب کفار کی رسمیں ہیں، مسلمانوں کو اس میں

شرکت حرام اور اگر پسند کریں، تو صریح کفر ہے۔

غز العیون میں ہے،

”اتفق مشائخنا ان من رأى امر الکفار حسنا فقد کفر حتی

قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس

فہو کافر۔ یعنی ہمارے مشائخ اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی نے کفار کے کسی معاملے کو

اچھا کہا، تو وہ کافر ہو جائے گا حتیٰ کہ انہوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو یہ کہے کہ

کھانے کے دوران مجوسیوں کے ہاں باتیں نہ کرنا، بہت اچھا عمل ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۸۰)

تنبیہ خاص:-

غیر مسلموں کی فلموں میں اس قسم کے مناظر دیکھ کر انہیں محبوب رکھنے یا اچھا

کہنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”کفار کی کوئی ایسی علامت اختیار کرنا، جو ان کا دینی شعار سمجھا جاتا

ہو یعنی جس کو اختیار کرنے والے مسلمان کو، دیکھنے والے کافر سمجھیں، کفر

ہے، یونہی بت کی عبادت کرنا بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔“

منح الروض الازھر شرح فقہ اکبر میں ہے،

”من تزین بزنا الیہود والنصارى وان لم یدخل کنیستہم

کفرو من شد علی وسطہ حبلا وقال ہذا زنا کفرو فی الظہیریۃ وحرّم



الزوج وفي المحيط لان هذا تصريح بما هو كفرو في الظهيرية من  
وضع قلنسوة المجوس على راسه فقيل له فقال ينبغي ان يكون القلب  
سويا كفر۔ یعنی جس نے یہود و نصاریٰ کا زنا رہنا، اگرچہ ان کے عبادت خانے میں  
نہ گیا، کافر ہے۔ جس نے اپنی کمر میں رسی باندھی اور کہا یہ زنا رہے، اس نے کفر کیا  
۔ ظہیر یہ میں ہے اس پر اس کی زوجہ حرام ہو گئی۔ محیط میں ہے، کیونکہ یہ صراحۃً کفر  
ہے۔ ظہیر یہ میں ہے، جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی، اسے بتایا گیا، تو کہنے لگا ”بس  
دل ٹھیک ہونا چاہئے“ وہ کافر ہے۔“

(فصل فی العلم والعلماء)

الاشباہ والنظائر میں ہے،

”عبادة الصنم كفرو لا اعتبار بما في قلبه۔ یعنی بت کی عبادت کفر  
ہے اور دل میں جو کچھ ہے، اس کا اعتبار نہیں۔“

(کتاب السیر۔ باب الردۃ)

مجمع الانهار میں ہے،

”یکفربخروجہ الی نیروز المجوس والموافقة معهم فيما  
يفعلون في ذلك اليوم وبشرائه يوم النیروز شیئالم یکن یشتريه قبل  
ذلك تعظیما للنیروز لالاکل والشرب وباهدائه ذلك اليوم  
للمشرکین ولوبيضة تعظیما لذلك اليوم۔ یعنی اس شخص کو کافر قرار دیا جائے  
گا کہ جو نیروز کے دن مجوسیوں کے ساتھ اس لئے نکلے کہ جو یہ کریں گے، یہ ان کی  
موافقت کرے گا۔ اور جو شخص اس دن، اس دن کی تعظیم کی نیت سے کوئی چیز خریدے

جو پہلے نہ خریدی تھی، نہ ہی کھانے پینے کے لئے، تو بھی کافر ہوگا اور اسی طرح جس نے اس دن کی تعظیم کی نیت سے مشرکین کو تحفہ دینے کے لئے کوئی چیز خریدی، اگرچہ انڈہ ہی کیوں نہ ہو، کافر ہو جائے گا۔“

(باب ان الالفاظ الکفر انواع)

اس پوری تفصیل کے پیش نظر اگر فی زمانہ کوئی مسلمان، اپنے گلے میں عیسائیوں کی صلیب ڈال لے.. یا.. ہندوؤں کی مثل ماتھے پر واضح ٹیکہ لگا لے، تو حکم کفر اس کی جانب بھی متوجہ ہوگا۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”گھر، گھوڑے یا عورت کو منحوس تصور کرنا، باطل اور ہندوؤں کے خیالات ہیں۔“

علیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا،

”یہ جو مشہور ہے کہ گھر، گھوڑا اور عورت منحوس ہوتے ہیں، اس کی کیا اصل

ہے؟“....

آپ نے ارشاد فرمایا،

”یہ سب محض باطل و مردود، ہندوؤں کے خیالات ہیں۔ شریعت مطہرہ میں

اس کی کوئی اصل نہیں۔ شرعاً گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو، ہمسائے برے ہوں۔

گھوڑے کی نحوست یہ کہ شریر، بد لگام و بد رکاب ہو اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ

بد زبان و بد رویہ ہو۔ باقی وہ خیال کہ عورت کے پہرے سے یہ ہوا، فلاں کے پہرے

سے یہ، یہ سب باطل اور کافروں کے خیال ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۰)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”بدعت عقیدہ مطلقاً کفر ہے۔“

علیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

”بدعت عقیدہ کا مطلقاً کفر ہونا لازم کہ اس کی تخریف ہی یہ ہے کہ

”ما احدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ وجعل

دینا قویما و صراطا مستقیما کما فی البحر الرائق۔ یعنی ہر وہ عقیدہ جو رسول

اللہ (ﷺ) کی جانب سے (بطور یقین) حاصل ہونے والے حق کے خلاف ایجاد کیا

جائے اور اسے دین تویم اور صراط مستقیم (سیدھا راستہ) قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ

البحر الرائق میں ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۱)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”تعزیہ ناجائز و بدعت ہے، کفر نہیں۔“

علیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا،

”جو شخص تعزیہ، ثواب و عبادت جان کر خود بنائے.. یا.. اور لوگوں کو بنانے کی

ترغیب دے اور تعزیہ دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جائے اور اس پر فاتحہ پڑھے اور تعزئے کے

ساتھ ننگے پیر تعظیماً چلے اور مرثیہ بھی پڑھواتا جائے۔ شاہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے

اپنے فتاویٰ کی جلد اول میں لکھا ہے، ”جو بدعت کو عبادت سمجھ کر کرے، وہ دائرہ اسلام

سے خارج ہے۔“ اور اس پر ابن ماجہ کی ایک حدیث لائے ہیں۔ اس کا مضمون یہ ہے

کہ

”فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے کہ ”بدعتی اسلام سے ایسا صاف نکل جاتا ہے،

جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔“

تو شاہ صاحب کے قول ”اسلام سے خارج ہے“ سے کیا مطلب ہے؟...

یعنی ایسا شخص کافر و مرتد ہے یا گمراہ و رافضی ہے۔ ہر صورت میں اس کا ذبیحہ حرام ہے یا حلال؟... کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ درست ہے؟“... جو لوگ ایسے تعزیہ پرست کے مرید ہوں، ان کا کیا حکم ہے؟“... ایسے تعزیہ پرست اور بت پرست میں کیا فرق ہے؟“...

آپ نے جواباً فرمایا،

”تعزیہ ناجائز و بدعت ضرور ہے، لیکن کفر ہرگز نہیں کہ اس کا نماز جنازہ

ناجائز.. یا.. ذبیحہ مردار.. یا.. اسے بت پرستوں میں شمار کیا جائے۔ افراط و تفریط یعنی کمی، زیادتی دونوں قابل مذمت ہیں۔

ابن ماجہ کی پیش کردہ حدیث پاک اگرچہ شدید ضعیف ہے، لیکن اس کے ضعف سے قطع نظر، اسی طرح کے مضمون کی حامل دیگر احادیث پر قیاس کرتے ہوئے اس کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یا تو اس میں مرتکب بدعت کے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کی گئی ہے.. یا پھر.. یہاں بدعت سے مراد، وہ بدعت ہے کہ جسے کفر قرار دیا جائے، ورنہ لازم آئے گا کہ ہر بدعت سینہ کفر ہو جائے، جب کہ اس کا مرتکب اسے اچھا سمجھے اور یہی غالب ہے۔ اور بدعت عقیدہ کا مطلقاً کفر

۱:- جیسے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برخلاف نیا عقیدہ ایجاد کر لینا۔ ۱۴ منہ



ہو جانا لازم کہ اس کی تعریف ہی یہ ہے،

”ما حدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ

وجعل دینا قویما و صراطا مستقیما کما فی البحر الرائق۔ یعنی ہر وہ عقیدہ

جو رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے (بطور یقین) حاصل ہونے والے حق کے خلاف

ایجاد کیا جائے اور اسے دین قویم اور صراط مستقیم قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ

البحر الرائق میں ہے۔“

حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ بعض بد مذہبیاں کفر نہیں۔ خلاصہ میں ہے،

”اذا قال ان الله يدا اور جلا کمال للعباد فهو کافرو ان قال جسم

لا کاجسام فهو مبتدع۔ یعنی جب کوئی کہے کہ اللہ عز وجل کے لئے بندوں کی مثل

ہاتھ اور پیر ہیں، تو وہ کافر ہے اور اگر کہے کہ اس کا جسم ہے، لیکن دوسرے اجسام کی مثل

نہیں، تو وہ بدعتی ہے (کافر نہیں)۔“ (خلاصۃ الفتاویٰ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ الفصل الخامس عشر)

ہزار ہا مسائل اس پر بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں، تو ایسے شخص پر مطلقاً

حکم کفر کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟... ہاں سوال میں مذکورہ افعال کا مرتکب قابل بیعت نہیں

کہ پیر کی شرائط میں سے ہے کہ ایسا شخص سنی العقیدہ اور غیر فاسق معین ہونا چاہیے

(جب کہ یہ شخص ایسا نہیں)۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۱)

تنبیہ خاص:-

خیال رہے کہ مذکورہ سوال ایسے شخص کے بارے میں ہے کہ جو اہل سنت سے تعلق رکھنے کے

باوجود ذکر کردہ افعال کا مرتکب تھا۔ العاقل نکفہ الاشارة

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”آسمانی ستاروں کے سعد (مبارک) اور نحس (نامبارک) اثرات پر یقین کرنا ناجائز اور کبھی شرک ہے۔ نیز تعویذات میں عامل کو ان کی رعایت کرنا بعض صورتوں میں خلافِ توکل اور بعض میں مکروہ و حرام ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا،

”کواکبِ فلکی کے سعد و نحس پر عقیدت رکھنا کیسا ہے؟... اور تعویذات میں عامل کو ان کی رعایت کہاں تک درست ہے؟...“

آپ نے جواب ارشاد فرمایا،

”مطیع و فرمانبردار مسلمان پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافر پر کوئی چیز سعد نہیں اور نافرمان و گناہ گار مسلمان کے لئے اس کا اسلام سعد ہے۔ طاعت و عبادت سعد ہے بشرطیکہ کہ بارگاہِ الہی میں مقبول ہو جائے۔ گناہ و معصیت بذاتِ خود نحس ہے، بشرطیکہ رحمت و شفاعت اس کی نحوست سے نہ بچالیں، بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں۔“

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ یعنی تو ایسوں کی

برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔“ (پ ۱۹۔ الفرقان۔ ۷۰)

بلکہ کبھی گناہ بھی باعثِ سعادت ہو جاتا ہے، اس طرح کہ بندہ اس کے ارتکاب کی بناء پر نادم و خوف زدہ رہتا ہے، نیز اس سے توبہ میں لگا رہتا ہے، یوں وہ دھل جاتا ہے اور بہت سی نیکیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

باقی ستاروں میں کوئی سعادت و نحوست نہیں۔ اگر انہیں (بغیر عطاءِ الہی) خود موثر جانے، تو مشرک ہے۔ ان سے مدد مانگے تو حرام، ورنہ ان کی رعایت کم از کم

خلاف توکل تو ضرور ہے۔ اشعة اللمعات میں ہے،

”آنچه اہل عزائم و تکسیر میکنند مثل تبخیر و تلوین و حفظ

ساعات نیز مکروہ و حرام است نزد اہل دیانت و تقویٰ۔ یعنی جو کچھ اہل عزائم

اور اصحاب تکسیر کرتے ہیں، جیسے تبخیر و تلوین اور ان کی ساعات کی حفاظت کرنا، پس یہ

بھی اہل دیانت اور اصحاب تقویٰ کے نزدیک مکروہ و حرام ہے۔“ (کتاب الطب والرئی)

تبخیر سے مراد ”وقت سے مناسب رکھنے والے ستاروں کی رعایت کرتے

ہوئے خاص بخورات ۱ کا استعمال کرنا“، ورنہ تعظیم ذکر و تلاوت کے لئے عود و لوبان

سلاگانا مستحب ہے۔ اور تلوین سے مراد ”مصلے وغیرہ کو ستاروں کے خصوصی رنگوں کی

مثل رنگوں سے رنگین کرنا۔“

فقیر نے اس پر حاشیہ لکھا کہ

”چونکہ اصل مقصود، ستاروں سے طلب امداد ہے، اس لئے حرام ہے۔ اس

لئے کہ ان اشیاء سے مدد لینا جائز نہیں کہ جن کا ”مدد کرنے کے سلسلے میں (اللہ عزوجل

سمیت) کسی کا محتاج نہ ہونا“، مشرکین کے خیال میں پختہ ہو چکا ہے۔ اور اگر ایسی اشیاء

نہ ہوں، تو ان سے طلب امداد مکروہ اور ترکِ اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ یہ اربابِ توکل

کے اعمال میں سے نہیں، بلکہ ان دوسرے لوگوں کے اعمال سے مشابہہ ہے۔ اور ظاہر

یہ ہے کہ اگر طلب امداد ستاروں سے نہ ہو اور نیک اہل تجربہ اپنے تجربے سے جانتے

ہوں کہ ان کی رعایت کرنا بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح مقصودہ دواؤں میں

اوزان اور بے شمار تخصیصات کی رعایت کرنا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے موافق واقع ہو، تو

۱۔ یعنی وہ چیزیں جن کے جلانے سے خوشبو نکلتی ہے، جیسے عود و لوبان وغیرہ۔ ۱۲۔ منہ

اس میں کچھ حرج نہیں۔ (بلکہ) خود امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بہت سخت گیر تھے، طلب بارش کی دعا کرنے کے سلسلے میں منزل قمر کی رعایت کا حکم فرمایا۔“ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۱)

تنبیہ خاص :-

اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین بنام ”یہ ہفتہ کیسا رہے گا“ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لئے، مذکورہ مسئلے کی روشنی میں اپنی نیتوں کا احتساب بے حد ضروری ہے۔

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”حرام کام پر خوش ہونا بھی حرام ہے۔“

طحاوی علی الدر المختار میں ہے،

”التفرج علی المحرم حرام۔ یعنی حرام کام پر خوش ہونا حرام

ہے۔“ (مقدمۃ الکتاب)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”محرم الحرام میں سبیل لگانی جائز، جب کہ گھوڑا نکالنا، بزرگوں کی

نقل بنانے کی بناء پر ممنوع ہے۔“

فتاویٰ رضویہ میں ہے،

”سبیل لگانا ضرور جائز ہے، البتہ تعزیر تا جائز ہے اور گھوڑا نکالنا، نقل

بنانا ہے اور اکابر کی نقل بنانی بے ادبی ہے۔“ (جلد ۲۱ (جدید)۔ صفحہ ۲۳۷)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ



”اگر دینی مدارس کو گورنمنٹ کی جانب سے ”کسی ناجائز مطالبے کے بغیر“ مالی امداد حاصل ہو رہی ہو، تو اسے منع کرنا حماقت اور حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ،

”(کیا) ایسے مدارس و مکاتب کے لئے (گورنمنٹ کی امداد لینا جائز ہے کہ) جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں اور جن کے دینی و مذہبی شعبہ تعلیم پر ارباب حکومت ہرگز کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کے نصاب تعلیم کا سرکاری حصہ مروجہ تعلیم بھی ممنوعات شرعیہ میں سے کسی خفیف سے خفیف شائبہ سے بھی مکمل طور پر پاک ہے۔ اس امداد سے نفع اٹھانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟“

آپ نے ارشاد فرمایا،

”ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی ہے، تو بلاشبہ اس کا لینا جائز اور اس کا قطع کرنا حماقت ہے، خصوصاً جب کہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ خیر کا دروازہ بند کرنا ہے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا،

”(گورنمنٹ کی) جو امداد، نہ کسی خلاف شرع کام کے ساتھ مشروط ہو اور نہ ہی اس کی جانب مائل کرنے والی ہو، اس میں حرج نہیں، خصوصاً جب کہ ہمارا ہی پیسہ ہم کو دیا جاتا ہے، اسے حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۵۱-۲۵۵)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”جو چیز سید الانبیاء، حبیبِ کبریا (ﷺ) کی نسبت سے مشہور ہو جائے، اس کی تعظیم، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سنتِ کریمہ اور شعارِ دین سے ہے، چاہے اس کے نبی کریم (ﷺ) سے تعلق رکھنے پر کوئی سندِ صحیح بھی موجود نہ ہو۔“

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ،

”جو لوگ تبرکاتِ شریف بلا سند لاتے ہیں، ان کی زیارت کرنا چاہیے یا نہیں؟... اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں، یہ ان کا کہنا کیسا ہے؟“...

آپ نے ارشاد فرمایا،

”سرکارِ مدینہ (ﷺ) کے آثار و تبرکاتِ شریفہ کی تعظیم، دینِ مسلمان کا فرضِ عظیم ہے۔ تابوتِ سکینہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے تھے، اس میں کیا تھا، بقیۃ ممتارک ال موسیٰ وال ہرون۔ یعنی موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کے چھوڑے ہوئے تبرکات میں سے کچھ بقیہ تھا۔ یعنی موسیٰ (علیہ السلام) کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون (علیہ السلام) کا عمامہ وغیرہ۔ اور اسی سبب سے تو اتر سے ثابت ہے کہ جس چیز کو کسی طرح سے رسول اللہ (ﷺ) کے بدن مبارک سے چھونے کا تعلق ظاہر ہوا، صحابہ و تابعین و ائمہ دین (رضی اللہ عنہم) ہمیشہ اس کی تعظیم و حرمت اور اس سے طلبِ برکت فرماتے آئے

اور دین حق کے اماموں نے صاف ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے کسی سند کی حاجت نہیں، بلکہ جو چیز حضور اقدس (ﷺ) کے نام پاک سے مشہور ہو جائے، اس کی تعظیم، شعائر دین سے ہے۔ شفاء شریف و مواہب لدنیہ و مدارج نبوت وغیرہا میں ہے،

”من اعظامہ ﷺ اعظام جمیع اسبابہ و عالِمہ او عرف بہ ﷺ۔ یعنی جن چیزوں کو رسول اللہ (ﷺ) سے کچھ تعلق رہا ہو اور جنہیں آپ نے چھوا ہو یا جو آپ کی نسبت سے مشہور ہو گئی ہوں، ان کی تعظیم، رسول اللہ (ﷺ) کی تعظیم سے ہی ہے۔“ (کتاب الشفاء للقاظمی۔ فصل من اعظامہ... الخ)

اور اس قسم کے مسائل میں بغیر سند پائے، وہی تعظیم سے دور رہے گا کہ جس کا دل بیمار ہوگا، جس میں نہ تو عظمتِ شانِ محمد (ﷺ) مکمل طور پر موجود ہوگی اور نہ ایمان کامل۔

اور یہ کہنا کہ ”آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں“ اگر کسی مخصوص شخص کی تعیین کئے بغیر ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو، تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ ہاں بغیر ثبوتِ شرعی کسی خاص شخص پر یہ حکم لگانا کہ یہ انہیں میں سے ہے، جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، ضرور ناجائز و گناہ و حرام ہے کہ اس قسم کی بات پر ابھارنے والی چیز فقط بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں،

”إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔ یعنی بدگمانی سے

بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔“ (بخاری۔ کتاب الوصایا)

ائمہ دین فرماتے ہیں،

”انما ينشوء الظن الخبيث من القلب الخبيث - یعنی خبیث گمان

، خبیث دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔“ (فیض القدر شرح الجامع الصغیر - تحت حدیث ۲۹۰۱)

(فتاویٰ رضویہ (جدید) - جلد ۲۱ - صفحہ ۴۱۴ - ۴۱۶)

❁ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

”شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں باہم کوئی تضاد

نہیں، جو اس کا دعویٰ کرے، جاہل ہے.. یا.. گمراہ و بد دین۔“

فتاویٰ رضویہ میں ہے،

”شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں باہم کوئی تخالف نہیں۔ جو اس

کا دعویٰ کرے، اگر بے سمجھے کیا، تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کرے، تو گمراہ و بد دین۔

شریعت، حضور اقدس (ﷺ) کے اقوال، طریقت، آپ کے افعال،

حقیقت، آپ کے احوال اور معرفت، حضور (ﷺ) کے علوم بے مثال ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید) - جلد ۲۱ - صفحہ ۴۶۰)

تمت بالخیر

والحمد لله رب العالمین





انوار الحزین

نورانی واقعات

سیرت صدر الشریعہ

زلف زنجیر

زلزلہ ویدنی ہما

قرآنی بیانات

غیر اللہ سے مانگنا کیسے؟



SHOP No. 4, SASTA HOTEL, DARBAR MARKET, LAHORE.

Voice 092-042-7247301 E-mail: ajmalattari20@hotmail.com